

پیر رشتہ بھیش سلامت رہے گا

(از افادات)

حضرت مولانا پیر دواليققار احمد صفائی نقشبندی
مُجَدِّدِيِّ مُظْلِّم

(مرتب)

مولانا حصالح الدین سیفی نقشبندی
ڈارالعلوم فلاح دارین مکتبہ سوت، گجرات انڈیا

۰۴۱-۲۶۱۸۰۰۳
۰۳۰۰-۹۶۵۲۲۹۲

مکتبہ الفقیر
223 نسٹ پورہ فیصل آباد



فہرست مضمون

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر	عنوان
۱	ہر خی کا ہجڑہ الگ الگ	۵	ایک اگر بے کو واقع	۱۹	دین نے ہمیں کیا دیا
۲	مجرہ کیسے بھش رہتا ہے؟	۶	دین کا اگر بے	۲۰	اسلام کی ایک اور خوبی
۳	بیت الشادور قرآن	۸	جتنی کا واقع	۲۱	اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا
۴	جتنی کا واقع	۹	ایک کتاب کا قصہ	۲۲	اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا
۵	ایک کتاب کا قصہ	۱۰	قرآن مجید کو منے کی کوشش	۲۳	اسلام نے ہمیں کیا دیا
۶	ایک پاکستانی انجینئر کا واقع	۱۱	ایچار کا ایک عجیب واقع	۲۴	ایکلینڈ کا واقع
۷	ایک پاکستانی انجینئر کا واقع	۱۲	ایچار کا ایک عجیب واقع	۲۵	ایچار کا ایک عجیب واقع
۸	ایک پاکستانی انجینئر کا واقع	۱۳	از بکستان اور قرآن	۲۶	ایک تعلیم دی
۹	از بکستان اور قرآن	۱۴	وائکشن کی بات	۲۷	خیا کی روشن کس نے دی؟
۱۰	وائکشن کی بات	۱۵	قرآن پاک کے لائق ٹوٹے	۲۸	اخلاں کیا سے ٹاٹے؟
۱۱	قرآن پاک کے لائق ٹوٹے	۱۶	چار گھروات	۲۹	اخلاں کا ایک سورہ
۱۲	چار گھروات	۱۷	امام ابادزادہ	۳۰	ہدایاں کو بند کرنے کا ایک رہا
۱۳	امام ابادزادہ	۱۸	ایک گتھی کی بات	۳۱	کفر کے درمیں ہدایاں
۱۴	ایک گتھی کی بات	۱۹	دین اسلام نے دیا کیا دیا	۳۲	چند چیزوں کا دیکھنا عبادت
۱۵	دین اسلام نے دیا کیا دیا	۲۰	امریکہ کا ایک واقع	۳۳	صیحت کس سے دوڑ دیتی ہے؟
۱۶	امریکہ کا ایک واقع	۲۱	اسلام اور گرفتواری	۳۴	علائیے روس کی قربانیاں
۱۷	اسلام اور گرفتواری	۲۲	ایک امریکی ماں جیسے کو واقع	۳۵	مولوی کس چیز کا زام ہے
۱۸	ایک امریکی ماں جیسے کو واقع				

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَىٰ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ الضَّطَّافُوا إِمَّا بَعْدًا
قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝
إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي مَقَامِ آخَرٍ

«الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتُ
لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنَكُمْ»

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصْفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَىٰ

الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَمَلِّمْ.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ رب الحضرت نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے دو پیغامیں کو بھیجا ایک

کلام اللہ اور دوسرا رجال اللہ:

چنانچہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت کیجئے بھیجا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

«لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَىِ النُّورِ»

کہ اس کتاب کو بھیجا کر آپ اس کے ذریعہ انسانوں کو گمراہی سے نکال کر،

اندھیروں سے نکال کر، روشنی کی طرف لا کیں، تو قرآن مجید اندھیروں سے نکال

کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب ہے، قدر مدت میں پڑے ہوؤں کو اونچ شریا

پہنچانے والی کتاب ہے، پھر ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھانے والی کتاب ہے، اللہ سے پھر ہے ہوؤں کو اللہ رب العزت سے ملائے والی کتاب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری بھی اسی مقصد کے لئے ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب!

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَمِنْ رَاجِحًا مُنَبِّرًا﴾

اب جب انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی دعوت پر بلیک کہا اور کچھ وہ تھے کہ جنہوں نے انکار کیا، انکار کرنے والے بعض لوگوں نے ان سے ثبوت مانگا کہ آپ کی ثبوت کا ثبوت کیا ہے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مججزات عطا فرمائے، چنانچہ یہ مججزات انبیاء کرام علیہم السلام کی تائید کیلئے ان کی تصدیق کے لئے اور ان کے ثبوت کے لئے ہے۔

ہر نبی کا مججزہ الگ الگ:

ہر دور میں ہر زمانے میں حالات کے مطابق اللہ رب العزت نے مججزات عطا فرمائے۔ سیدنا موسیٰ جنم کے زمانے میں جادوگری کافن عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو مججزہ بھی ایسا ہی عطا کیا کہ جب عصا کوڑ میں پڑا لئے تھے تو وہ اڑو دھا بن جاتا تھا، سیدنا علیؑ جنم کے زمانے میں طب کافن اپنے عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو مججزہ بھی ایسا ہی عطا کیا،

﴿وَأَبْرَى الْأَنْكَمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأَخْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

نبی مسیح جب تشریف لائے تو اس وقت عربوں میں زبان دانی پر بڑا ناز تھا شعر و ادب کا زمانہ تھا ”عکاظ“ کے میلے میں شعراء اپنے کلام کو پیش کرتے تھے ہزاروں شعر لوگوں کو یاد ہوتے تھے اور اپنی زبان پر اتنا ناز تھا کہ اپنے کو عرب کہتے

تحے اور غیر کو جنم کرتے تھے یعنی گونا کر انہیں بولنا ہی نہیں آتا۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے نبی جنم کو ایک بہت بڑا مجزہ عطا فرمایا جس کو اللہ رب العزت کا قرآن کہا جاتا ہے۔ اس کلام نے آکر پوری انسانیت کو چیلنج کیا فرمایا

﴿فَلَمَنِ اجْتَمَعَتِ الْأَنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمَثِيلٍ هُنَّا﴾

﴿الْقُرْآنَ لَا يَأْتُونَ بِمَثِيلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِيَغْصِبُ ظَاهِيرًا﴾

بلکہ فرمایا اگر تمہارے بس میں ہے

﴿فَأَتُوا بِسُورَةً مِنْ مِثِيلِهِ﴾

اس جیسی ایک سورت ہی بنادو،

جو لوگ خود کٹ مرنے کیلئے تیار تھے اولادوں کو قربان کرنے کے لئے مقابلوں پر بھیج دیتے تھے، اگر یہ چیلنج قبول کرنا ان کے لئے آسان ہوتا تو ان کے ہمراہ ہو جاتے لیکن ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس کلام اللہ نے آکر سب کی بولتی بند کر دی، چنانچہ نبی جنم کا یہ مجزہ آج بھی موجود ہے۔ چونکہ نبی جنم کی ثبوت دائی ہے، تو آپ کے مجررات بھی دائی ہیں، نبی جنم کی ثبوت سارے جہانوں کے لئے، قرآن بھی سارے جہانوں کے لئے۔ یوں سمجھیں کہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک نبی جنم کی مصطفائی ہے اور چونکہ نبی جنم کی ثبوت ہمیشہ کے لئے ہے اس لیے آپ کا یہ مجزہ بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔ قیامت تک یہ مجزہ اسی طرح باقی اور سلامت رہے گا۔

مجزہ کیسے ہمیشہ رہتا ہے؟

یہ مجزہ کیسے ہمیشہ رہتے ہیں؟ ذرا ایک آسان سی مثال سنینے تاکہ بات بھو میں آجائے۔ حج کے موقع پر آج کے زمانے میں تقریباً (30) تیس لاکھ انسان

حاضر ہوتے ہیں اور سب نے جرات پر کنکریاں مارنی ہوتی ہیں، جس کو مری جمار کہتے ہیں۔ ہر بندہ بھوئی طور پر تقریباً ستر کنکریاں مارتا ہے، اب تمیں لاکھ کو اگر آپ ستر سے ضرب دیں، تو یہ کروڑوں میں بات بنے گی اور اتنی کنکریوں کو کہیں جمع کریں تو پہاڑ بنے گا۔ لیکن جو حج کرنے والے لوگ جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ وہاں بہت کم کنکریاں ہوتی ہیں، نبی علیہ السلام کا یہ م{j}جز ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے کی کنکری قبول ہو جاتی ہے اللہ رب العزت کے فرشتے اس کنکری کو اٹھا لیتے ہیں، یہ م{j}جز قیامت تک رہے گا، لیکن ایک دو بلڈ وزر لگے ہوتے ہیں، جو نصیحتے والی کنکریوں کو ایک طرف کر دیتے ہیں۔ بندوں کی تعداد زیادہ، جو کنکریاں نظر آتی ہیں ان کی تعداد تھوڑی تو یہ نبی علیہ السلام کا م{j}جز ہے۔

ایک مثال اور ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے زرم پیا اور ڈول میں جو پانی تھا اس کو پی کر بچا ہوا پانی زرم میں ڈال دیا، چنانچہ بعد میں آئے والے جتنے لوگ زرم پی رہے ہیں، انکو زرم پینے کا بھی اجر مل رہا ہے اور نبی علیہ السلام کا بچا ہوا پینے کا بھی ٹواب مل رہا ہے۔ اب یہ ایک م{j}جز ہے جو قیامت تک رہے گا، آپ ذرا غور کریں کہ تمیں لاکھ بندے تو حج والے، جو مکہ کر مدد کے ہیں وہ خود اپنی جگہ، تو اگر چاہیے لیس لاکھ بندے پانی پینے والے ہوں، اسکے لئے کتنے نیوب و میل لگانے پڑتے ہیں اور کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ہے، کم و نیش ایک مہینہ یہ پورا م{j}جمع رہتا ہے اور اب تو ماشاء اللہ مدینہ طیبہ میں بھی وہی پہنچایا جا رہا ہے اور ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ مکہ کر مدد کے لوگ گرد و نواح کی بستیوں کے لوگ جدہ اور قریب کے اور شہروں کے لوگ بھی اپنے گھروں میں زرم پینے ہیں۔

چنانچہ گاڑیوں میں وہ اپنی یوتیں لے کر جاتے ہیں ۲۰ لیٹر والی بڑی بڑی اور ہفتہ کا مہینہ کا پانی بھر کر لاتے ہیں، اتنی Consumption (صرف) جو اس

پانی کا ہے، آخر ایک کنوں سے کیسے آ رہا ہے؟ کوئی انجینئر ذرا اپنی عقل و ذرا نے کوئی سمجھائے کہ آخر دس بارہ انچ کا پاپ اور اتنے لاکھوں انسانوں کی ضرورت کو پورا کرنا، یہ ممکن نہیں ہے، یہ کیا ہے؟ حقیقت میں یہ نبی علیہ السلام کا مrigerہ ہے اور یہ قیامت تک رہے گا۔ آج تو کہیں جو چار ٹیوب دلیں لگا دو تو زیر زمین آبی سطح پیچے ہو جاتی ہے کہتے ہیں جی پانی پہلے 30 فٹ پر نکلا تھا، اب 50 فٹ پر نکلے لگ گیا، پیچے کے ریزرو رووے Reserve ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ ریزروال اللہ تعالیٰ نے ایسا بنا دیا کہ لاکھوں انسان اس پانی کو پہنچتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے اس پانی کی سپلائی ہو رہی ہے۔ تو یہ نبی علیہ السلام کا مجرہ ہے، یہ رائی مجرے ہیں جیشہ رہیں گے اسی طرح قرآن مجید کا مجرہ ہے یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

بیت اللہ اور قرآن..... انسانیت کی جان:

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ قرآن مجید اور بیت اللہ، یہ دونوں چیزیں اس دنیا کی جان کی مانند ہیں۔ جب جان لگ جاتی ہے پھر انسان کا جسم مردہ ہو جاتا ہے، بیت اللہ کس لئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْيَتِيمَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾

بیت اللہ کو انسان کے قیام کا سبب بنایا، اسی طرح قرآن مجید کو بھی انسانوں کی باطنی زندگی کا سبب بنایا۔ تو انسانیت قرآن کے بغیر کبھی رہہ ہی نہیں سکتی۔ جب وہ وقت آئے گا کہ نہ قبلہ رہے گا نہ قرآن رہے گا، تو سمجھ لو کہ پھر انسان بھی نہیں رہے گا۔ قیامت تک کے لئے یہ مجرہ ہے اور جاری رہے گا۔ آج چودہ سو سال گزر چکے، ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا دنیا میں نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، کفار نے کتنی کوششیں کی ہوں گی اس کو ختم کرنے کے لئے، مگر اس کو مٹا کے نہ اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال سکے، یہ اللہ تعالیٰ کا

محفوظ کلام ہے۔

جرمنی کا واقعہ:

جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے تھیا لو جیکل ڈیپارٹمنٹ میں ایک Project (منصوبہ) کند کٹ Conduct (ٹلے) کیا گیا کہ مسلمان دھوکی کرتے ہیں کہ ہمارا قرآن محفوظ ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، ذرا اس کو چیک تو کریں۔ اس کے لئے بہت سارا فنڈ مخصوص کیا گیا، ایک ڈیپارٹمنٹ الگ کر دیا گیا، انہوں نے اس میں بہت سارے لوگ رکھے اور انہوں نے پلانگ یہ کی کہ دنیا کے مختلف علاقوں سے، شہروں سے، بستیوں سے قرآن کو انکھا کیا جائے۔ آخر پوری دنیا میں پرنٹ ہوتے ہیں، چنانچہ چالیس ہزار نسخے قرآن مجید کے انکھے کے گئے، ہر نسخہ الگ جگہ سے منگوایا گیا۔ ان کا مقصد کیا تھا؟ کہ کہیں تو گڑ بولتی جائے گی۔ چنانچہ چالیس ہزار نسخے جمع کرنے کے بعد انہوں نے کچھ بندے بٹھائے اور وہ بندے سب مل کر دیکھتے رہے کہ اس لفظ میں اور جتنے قرآن مجید وہ دیکھ رہے ہیں کہیں کوئی فرق تو نہیں، زیر، زبر، نقطے کا، لیکن کوئی فرق نہیں تھا۔ حتیٰ کہ چالیس ہزار شخصوں کو دیکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکالا گیا کہ سب شخصوں میں ایک نقطے کا فرق بھی کہیں نظر نہ آیا،

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الدِّيْنَكُرْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”پیش کیا یہ صیحت نامہ ہم نے اسی نازل کیا اور اس کی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمدار ہیں“ تو قرآن مجید محفوظ ہے اور یہ اُنیٰ مجرد ہے، جب تک انسانیت ہے دنیا میں تک اُنکی ہدایت کے لئے اللہ کا یہ کلام موجود ہے۔

ایک کاتب کا قصہ:

ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کاتب تھا اور بیشہ سو چتر بتا تھا

کہ پتہ نہیں کون سادیں سچا ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ ہم سچے، عیسائی کہتے ہیں کہ ہم سچے، مسلمان کہتے ہیں کہ ہم سچے، اب پڑھنیں کہ کون سچا؟ اس کے ذہن میں خیال آیا، چلو میں اس کا کوئی حلہ نکالتا ہوں، اس نے ایک تورات لی اور اس کی کتابت کی، کتابت کرتے ہوئے اس نے ملتے جلتے جو الفاظ ہوتے ہیں ان کو بدلتا دیا۔ چنانچہ اس کو لے کر وہ ایک ربائی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ میرے پاس ایک تورات ہے اور میں نے بڑی محنت سے لکھی ہے، میں آپ کو گفت Gift کرنا چاہتا ہوں، وہ بڑا خوش ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جی بس آپ ہفتہ کے دون جو اپنی Prayer (عبادت) کرتے ہیں وہ اسی سے کیا کریں۔ ایک سال تک وہ اسکو استعمال کرتا رہا، اس کو کچھ پتہ نہ چلا، کتابت نے تیجہ نکالا کہ یہ جھوٹا اور غیر محفوظ کلام ہے۔ چنانچہ پھر اس نے باجل لی اور یہی طریقہ اس نے باجل کے ساتھ اختیار کیا، ایک عیسائی پادری کو جا کر دی کہ آپ Sunday Prayer (اتوار کی عبادت) اس سے کیا کریں۔ ایک سال اس نے انتفار کیا اور ایک سال تک اس پادری کو پتہ نہ چلا کہ اس میں تہذیلی کہاں ہے۔

پھر اس نے قرآن مجید لکھا اور اس میں کچھ مقامات پر ان الفاظ کو جو ہم معنی سمجھتے جاتے تھے وہ بدل دیے۔ اس نے جا کر ایک عالم جو حافظ قرآن تھے ان کو دیا کہ جی اس کو پڑھا کریں، انہوں نے بہت شکریہ ادا کیا۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے آکر دروازہ لکھکھایا، ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا یہاں! یہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟ اس نے کہا، میں نے خود لکھا۔ پوچھا، تم نے جائے ہوئے لکھا تھا یا سوتے ہوئے؟ کہنے لگا، جائے ہوئے لکھا تھا۔ کہنے لگا، ذرا دیکھوا جتنی جگہوں پر اس نے الفاظ کو بدلا تھا، ایک ایک جگہ پر اس نے نشان لگا کر بتا دیا کہ یہاں یہ فلسفی ہے۔ سبحان اللہ، تو یہ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے کہ جس میں ملادث نہیں کی جاسکتی۔ اس قرآن مجید کو ختم کرنے کے لئے تاریوں نے کتنی

کوششیں کیں۔ اتنے نئے کتابوں کے دریا میں ڈالے کہ پانی ہی کالا ہو گیا، ایک مہینے تک دریا کا پانی کالا چtarہا اتنی Ink (روشنائی) تھی، لیکن اس قرآن مجید کو مٹا نہ سکے۔

رشیا میں قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش:

جب رشیا کے اندر کیوزم کا انقلاب آیا، تو اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے گروں میں جتنے قرآن مجید مل سکتے تھے، ان سب کو ضائع کر دیا اور یہ قانون ہنا دیا کہ اگر کسی بندے کے گھر میں عربی زبان میں لکھا ہوا کوئی کاغذ بھی ملے گا تو اس بندے کو پچانسی لگادی جائے گی۔ اب آپ اندازہ لگائیے، قرآن کی بات نہیں ہو رہی ہے، اگر عربی زبان میں لکھا ہوا کاغذ بھی ملے گا تو پچانسی لگادی جائے گی۔ وہ چاہتے تھے اس زبان کا کوئی پرچہ بھی ملک میں نہ رہے، اتنا سیف سائٹ Safe Side (محفوظ) ہو کر انہوں نے کام کیا۔ ان کے خیال وہم و مگان میں یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا اور سال دو سال کی بات نہیں ستر سال اسی طرح گزرے ہیں، وہاں کے مسلمان قرآن پڑھنے کے تھے ان پر پابندی تھی۔

ایک عجیب واقعہ:

اس عاجز کو ایک مرتبہ شقید میں جانے کا موقع ملا تو سڑک کے کنارے کہیں جا رہے تھے۔ ایک خاتون قریب ہوئی اور پوچھنے لگی کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ کہا، بھی ہاں۔ کہا، کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ بھی ہے، سفر میں چھوٹا جیب میں جو قرآن مجید رکھتے ہیں وہ اس عاجز کے پاس موجود تھا۔ اس نے کہا، بھی کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟ بھی آپ دیکھیں، اس نے قرآن مجید لیا تو میرے جو ساتھی تھے وہ کہنے لگے یہ تو اس کو آنکھوں سے لگا رہی ہے، چوم رہی ہے، سینے سے لگا رہی ہے، اس کو کیا ہوا؟ میں نے کہا، اس سے پوچھو۔ جب اس نے پوچھا کہ اللہ کی بندی کیا ہوا؟

کہنے لگی کہ میری عمر اتنا یہیں سال ہے اور میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کے قرآن کو دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے قرآن دیکھا ہی نہیں تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ شاید اب قرآن بیہاں سے مٹا دیا گیا ہے، مگر قرآن نے کیا اسنا تھا مٹانے والے خود مٹ گئے۔

ایک پاکستانی انجینئر کا واقعہ:

ہمارے اپنے ایک دوست تھے مکینیکل انجینئر، وہ پاکستان اسٹبل مل کے اندر انجینئر گئے۔ ستر کی دہائی کا زمانہ تھا، پاکستان میں رشیا نے فیکٹری لگائی تھی، تو فرینٹنگ کے لئے ان کو ما سکو جانا پڑا۔ جمعہ کا دن آگیا، ان کا جی چاہا کہ میں کہیں مسجد میں جاؤں، نماز پڑھوں۔ پڑھ کیا تو معلوم ہوا کہ صرف دو مسجدیں تھیں جیسے باقی سب کو بند کیا ہوا ہے اور وہ بھی Purpose (Tourist) تفریح کی غرض سے آنے والوں کے لئے) کہ بیہاں سیاح آتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ یہاں میں سے ایک مسجد میں پہنچ گیا، جب وہاں پہنچا تو جس کے پاس چاہی تھی اس نے کہا دروازہ تو میں کھول دیتا ہوں لیکن تم اس میں کوئی عبادت مت کرنا اگر پوپلیس پکڑ کر لے گئی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ اس نے کہا، بھائی میں بیہاں پر Guest (مہمان) ہوں، اپنے ملک میں بھی مسلمان تھا میں بیہاں بھی مسلمان ہوں، یہ مجھے کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ میں اپنی نماز ادا کروں گا، اس نے نماز پڑھی۔ جب اذان دی تو دوچار چھوٹے پہلوں نے اسے دیکھا، اب جب یہ نماز پڑھ کر باہر نکلنے لگا تو ان پہلوں نے اشارہ کیا کہ آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ ان کے پاس ٹائم تھا چلے گئے، جیسے ہی اس گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں پر بہت سارے مرد اور عورتیں جو قریب قریب رشتہ دار تھے وہ اکٹھے ہیں، کہڈی لگانے کے بعد انکے چہروں پر جو خوف تھا وہ ختم ہو گیا۔ وہ ہرے شوق سے ملے اور کہنے لگے مسلمان اسلام ایجنسی ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہ بہت خوش ہوئے کہ میری اس کفرستان میں اللہ کے ان مؤمن

بندوں سے ملاقات ہو گئی۔ خیر نہ یہ ما سکو کی زبان بحث تھے اور نہ وہ ان کی زبان بحث تھے، تو انہیں اسکی زبان ہے Language of Sign (اشارة کی زبان) وہ استعمال کرتے رہے۔ انہوں نے چائے پالی، کھانا کھلایا پھر بیٹھ گئے، تو بچے آگے بیٹھے، پچھے ان کے مرد بیٹھے، عورتیں اس کے بھی جیچے دور بیٹھ گیلیں، جو لوگیں پھولی باتیں ایک دوسرے سے کر سکتے تھے کرنے لگے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ایک بچے سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟ اس نے سرہلایا ہاں پڑھا ہوا ہوں۔ میں نے جیب سے قرآن پاک نکالا اور اس کو کہا کہ تم یہاں سے پڑھو! اب وہ بچہ بھی میرا پھرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن کو دیکھتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ پڑھو! وہ بھی میرا پھرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن پاک کو دیکھتا ہے۔ جب تیسری دفعہ میں نے اس سے کہا کہ بھی پڑھو! یا ایہا الَّذِينَ آمَنُوا فَوَانفُسُكُمْ وَأَهْلُنِكُمْ نَارًا..... میسے ہی میں نے دو تین لفظ ادا کئے بچے نے پڑھنا شروع کر دیا، اب وہ پڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے برو اجنب ہوا پہلے پڑھنیں رہا تھا اب پڑھنا شروع کر دیا تو رک نہیں رہا، تو میں نے اس کے والد کی طرف دیکھا، اس کے والد مکرائے اور کہنے لگے..... اک جی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں پر کتابی شکل میں قرآن نہیں ہے، پرانے حافظ ہیں، ان میں کوئی درزی ہے تو ہم اپنے بچے کو کہرے سینا سیکھنے کے بھانے اس کے پاس بھج دیتے ہیں وہ بچے کو کہرے سینا بھی سکھاتا ہے اور ایک دو آیات اندر میں کی طرح اس کو سبق بھی دیوار ہتا ہے ناہیں کی طرح اور یہ بچہ اس کو یاد کر کے سنا دیتا ہے، ہمارے بچے قرآن پاک کے حافظ تو بن جاتے ہیں یہ قرآن پاک کو نا ظرہ پڑھنا نہیں جانتے۔ جب آپ نے وکھایا تو کیا پڑی یہ کھلی وغدو دیکھ رہا ہے، کہنے لگے میں جر ان ہوا کہ لوگوں تم نے کافر پر لکھے قرآن پر تو پاہندی لگا دی تم سینوں پر لکھے قرآن کا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ اَتَخْنُ تَرْؤُنَا الْذَّكْرَ وَإِنَّ اللَّهَ لَحَافِظُونَ یہ بیٹھ یہ قرآن مجید ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم

ہی ذمہ دار ہیں۔

از بکستان اور قرآن:

ہمیں ایک مرتبہ رمضان المبارک از بکستان میں گزارنے کا موقعہ ملا۔ ہمارا
اندازہ یہ تھا کہ چونکہ ابھی ایک سال بھی نہیں گزر اس ملک کے آزاد ہوئے تو ان
کے یہاں تو حافظ نہیں ہوں گے اور اکثر مسجدوں میں تو آخری دس سورتوں سے ہی
تروتھ پڑ جائے گی، لیکن جب وہاں پہنچنے تو وہاں دو باتیں بھیج دیکھیں۔
..... ایک بات تو یہ کہ از بکستان کی ہر مسجد میں تروتھ میں تین قرآن پاک

پڑھنے کا عام دستور ہے، ہر عشرہ میں قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ ایک دو مساجد کی
بات نہیں، جمعہ مساجد کی بات نہیں، جہاں بھی مسجد میں تروتھ ہوتی ہے وہاں تین
ختم ہوتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ جو پچھے یا پورٹھا ایک دفعہ مسجد میں
داخل ہو گیا، وہیں تروتھ میں تین پارے سے بغیر مسجد سے باہر قدم نہیں رکھتا،
قرآن مجید کی اتنی محبت ان لوگوں میں دیکھی، اللہ اکبر کی پڑھائیں پھر اہوا کوئی بندہ
نہ ہے اس کا ایک دفعہ گلے ملنے سے دل نہیں بھرتا ہے تو وہ بار بار گلے ملتا ہے تھیک
ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ لوگ اللہ کے قرآن سے پھرے ہوئے تھے۔

..... دوسری بات وہاں کی حکومت نے ایک اعلان کیا کہ ہم قرأت کا نظری
کروانا چاہتے ہیں، تو جو حافظ، قاری ہوں، صرف وہ Apply کریں
(درخواست دیں) تو لوگوں نے درخواستیں دیں، اب اس کا نتیجہ پڑھے کیا لگتا؟
ان کے پاس اس میں حصہ لینے کے لئے چودہ ہزار حفاظ کی درخواستیں آئیں۔ ہم
سمجھتے تھے کوئی حافظ نہیں ہو گا، اللہ کی شان، وہاں پر چودہ ہزار حفاظ لگلکل آئے اللہ
اکبر (إِنَّا سَخْنُ نَزَّلْنَا إِلَيْكُمْ وَإِنَّا لَهُ لَحَا فِطْلُونَ) اس نصیحت نامہ کو ہم نے
ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہی ذمہ دار ہیں۔

واشنگٹن کی بات:

۱۹۹۸ء کی بات ہے، یہ عاجز واشنگٹن ایریا میں رہتا تھا، تو کچھ علماء میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ جی ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں پر Inter faith Council (بین المذاہب کونسل) بنی ہوئی ہے، اس زمانے میں یہ عالم نہیں تھی، اب تو بہت عام ہوتی جا رہی ہے۔ وہاں پر مختلف مذاہب کے لوگ جاتے ہیں اور جا کر اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرتے ہیں مسلمانوں میں سے کوئی بھی وہاں نہیں جاتا، چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب کے سب مسلمانوں کی مخالفت پر جمع ہو جاتے ہیں تو کوئی بندہ ایسا ہونا چاہیے جو وہاں جائے اور اس میں شریک ہو اور ان کو اسلام کے بارے میں کوئی بات کرنی ہے، پوچھنی ہے، اعتراض ہے تو اس کا جواب دے۔ میں نے کہا، جی، بہت اچھی بات ہے آپ لوگ جائیں۔ کہنے لگنے لگیں، ہم تو آئے اس لئے ہیں کہ آپ نے وہاں جانا ہے، میں نے کہا کہ جی میں تو ایک چھوٹا سا طالب ہوں میں نہیں جا سکتا۔ انہوں نے کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ جو پادری اور ربانی لوگ ہیں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں اگر کوئی فقط عالم ہے تو اس سے سائنس کا سوال پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ سائنس پڑھا ہوا ہے تو اس سے دین پوچھتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ دین بھی پڑھا ہوا ہے سائنس بھی جانتا ہے تو اس سے اسلام میں روحانیت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کفیوز Confuse (پریشان) کر دیتے ہیں اسکو، تو چونکہ آپ Jack of all trades but master of none ہیں، تو اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ وہاں جائیں۔ بہت کوشش کی پہنچے کی مگر چونکہ حکم تھا انکا کہ آپ نے جانا ہے اسلئے پھر جانا پڑا اور وہی لے کے گئے، اور انہوں نے جا کر وہاں بتا دیا کہ جی آج کے بعد یہ یہاں آیا کریں گے۔ میں نے بھی ان

لوگوں کو بتا دیا کہ جی میں ایک طالب علم ہوں اور میں اسلئے یہاں آیا ہوں کہ اگر آپ کو کچھ پوچھنا ہو میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہو گا تو میں بتا دوں گا اور نہیں تا ہو گا تو میں پوچھ کر بتا دوں گا۔ اس میں کیاشان تکھنی ہے کسی کی، شان تو کچھ اس کی کر جس کی ہو۔ تو خیر چانا شروع کر دیا وہاں کچھ عرصہ جانے سے تھوڑا ان کے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک تبدیلی تو یہ ہوئی کہ اب انہوں نے جو لست List ہائی تو الحمد للہ اسلام کا نام سب سے اوپر لکھا اور دوسرا یہ کہ اب جو ذرا بات کرتے تو تھوڑا مسلمانوں کے بارے میں اسلام کے بارے میں تو محظا ہو کر کرتے۔ خیر اس دوران اکثر میں دیکھتا کہ جب میں وہاں جاتا ہیں جب، غاصہ، ہاتھ میں عصا، ایک ربانی جو تھا وہ مجھے بڑے غور سے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کے قریب میری سیٹ بنادی گئی، وہاں سیٹ پر نام لکھ دیتے تھے کہ کہاں کس نے بیٹھتا ہے، تو جب میں وہاں جا کر بیٹھتا تو وہ مجھے کہتا ہے کہ You always come (آپ ہمیشہ ایک منفرد شخصیت کے روپ میں تشریف لاتے ہیں) میرے دل میں خوشی ہوئی الحمد للہ یہ سیدنا موسیٰ جدید کی سنت ہے، اس کے دل پر چوتھا الٰتی ضرور ہے۔ خیر ایک دن جو یکری تھا اس نے پوچھا کہ Next Meeting (اگلی میٹنگ) کا اجنبذ اکیا ہو؟ تو میں نے کہا کہ جی، میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ آج کہہ میٹنگ میں ہر مذہب والا، دین والا، جو اگئے پاس درڈ آف گاؤڈ Word of God (خدا تعالیٰ کتاب) ہے وہ پڑھ کر سنا کیں۔ اسکو یہ آجیز یا یہاں اچھا لگا اور سب نے اس کو ہاں کر دیا، لوگی اگلی دفعہ جب پہنچ تو وہ یکری صاحب کہنے لگا کہ مسٹر احمد! چونکہ آپ ہی نے یہ تجویز دی تھی اللہ اکہ آپ ہی شروع کریں..... جو بولے وہی کہنڈی کھولے۔

خیر ہم نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور سورہ فاتحہ کا آسان لفظوں میں ترجمہ ان کے سامنے پیش کر دیا، اندر لائن آجیز یا یہ تھا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں میں جتنا کچھ نازل کیا اس کا خلاصہ قرآن مجید میں آگیا اور جو جتنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا اس کا سب سورہ بقرہ میں آگیا اور جو کچھ سورہ بقرہ میں نازل ہوا سارا کام سارا سورہ فاتحہ میں ہے، اسلئے اس کو فاتحہ الکتاب کہتے ہیں۔ یہ دیباچہ ہے پورے قرآن مجید کا۔ یہ سری ہے تو ہم نے کہا بھائی چلو سری ہی سنا دیتے ہیں، پورا قرآن ایک طرح سے سن لیں گے۔ خیر انہوں نے توجہ سے سنا، خوش ہوئے، اب آگے پادری صاحب بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد ربی تھا، پھر آگے ایک ہند بھی تھا اور بھی مذاہب کے بہت سے لوگ تھے۔ خیر جب انہوں نے پادری کو کہا تو اس نے اپنی بائبل نکالی اور اسکے یہاں ایک پھاڑی کا وعظ کہا جاتا ہے، وہ ہرے شوق سے پڑھ کر سناتے ہیں کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی تھیڑا گائے تو تم دوسرا گال بھی پیش کر دو، عمل چاہے جو بھی ہو۔ خیر اس نے وہ پڑھنا شروع کیا، اس پر اس عاجز نے سیکھڑی کو کہا کہ مجھے اس میں ایک پو ایک شیر کرنا ہے، اس نے کہا، کیا؟ میں نے کہا جی کہ میری پچھلی دفعہ جو بات ہوئی اور جو لکھا تھا، وہ یہ تھا کہ جن مذہب والوں کے ہاس جو روز آف گاؤ ہے وہ پڑھ کر سنائیں تو میں اتنا پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بائبل انگلش میں نازل ہوئی تھی، بھائی دروز آف گاؤ سنائیے! اب وہ سمجھے کہ ہم تو Trap ہو گئے (پکڑے گئے) تو تھوڑی دیر تباکل (خاموش) رہے۔ ایک منٹ کے سکوت کے بعد ربی آگے ہوا اور مجھے کہتا ہے کہ مسٹر احمد!

Let me be very
 open in front of you
 (میں آپ کے سامنے کھل کر یہ بات کرتا ہوں) جتنے ادیان اس وقت دنیا میں ہیں، ان میں خدا کا کلام جس زبان میں نازل ہوا کسی کے پاس نہیں ہے سوائے مسلمانوں کے۔ اتنے لوگوں کے درمیان جب اس نے یہ اسٹیٹ منٹ دی تو دل کو اتنی خوشی ہوئی الحمد للہ ﴿إِنَّا نُحْنُ نَزَّلْنَا
 الْكِتَابَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت کا

کلام آج بھی اسی طرح محفوظ ہے، نہ کوئی بندہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے نہ اس کو ختم کر سکتا ہے، وہ خود ختم ہو جائے گا، جو اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔

قرآن پاک کے مختلف نمونے:

ہمیں میں ایک لاہوری دیکھنے کا موقعہ ملا، تو قرآن مجید وہاں مختلف انداز میں لکھا ہوا دیکھا،

ایک اتنا چھوٹا لکھا دیکھا کہ جیسے توزیر بنانا کر گئے میں میں ہی ڈال لو، اتنا چھوٹا، کہنے لگے کہ جی ایک کا تب تھے یہاں جو چاول کے دانے پر سورہ اخلاص لکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر، اللہ نے قلم کا فتن جس کو دیا وہ قرآن کے ساتھ اپنی محبت دکھاتا ہے اس نے وہ چھوٹا سا قرآن پاک دکھایا۔

پھر انہوں نے ایک قرآن پاک دکھایا پتے پر لکھا ہوا، ہم بڑے حیران، تم نے اس کو دیکھا۔ تو جیسے شیشم کا پتہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر باقاعدہ ریکس چلتی ہوئی نظر آتی ہیں، وہ بالکل نظر آرہی تھیں، لیکن اللہ جانے کیا چیز استعمال کی تھی کہ وہ پتہ ٹوٹا بھی نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ یہ کاغذ بننے سے پہلے کا لکھا ہوا قرآن ہے۔

پھر ایک قرآن پاک اور دیکھا، کہنے لگے تھے کہ یہ قرآن پاک ہے۔ وہ دیکھا تو نیچے سے چھت تک جیسے فوم Foam کے گدے رکھے ہوں ذرا کپڑا اہنایا تو پتہ چلا کہ یہ تو لوہہ کی چادریں ہیں۔ بھائی یہ کیا؟ کہنے لگے کہ جی یہ لوہہ کی چادریں ہیں اور اس میں انگریز Engrave کر کے یعنی کھوکر قرآن پاک لکھا گیا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لئے؟ کہنے لگے کہ ہمارے علماء نے اس لئے لکھا کہ جیسے ہر چیز کا اسٹینڈرڈ Standard (معیار) ہوتا ہے۔ یہ گرین ووچ نام کا اسٹینڈرڈ ہے، یہ فلاں کا اسٹینڈرڈ ہے، انہوں نے قرآن پاک کو لکھ کر اسٹینڈرڈ بنادیا۔ سینکڑوں سال بعد آنے والے زمانے میں بھی اگر کسی کو اشتکال پیش آئے گا،

اسٹینڈرڈ سے کمپیئر Compare کر کے دیکھ لے گا کہ اللہ کا قرآن کیا ہے، اس امت کے علماء نے حفاظت قرآن میں کیا کیا کام کر دکھایا، تو قرآن مجید نبی علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی ختم کر سکتا ہے۔ ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا، ایک دن تو بڑی بات ہے، ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، دنیا قرآن سے خالی نہیں ہوئی، آج بھی موجود ہے، الحمد للہ تو یہ نبی علیہ السلام کا مجرزہ ہے۔

چار مجذرات

چار مجذرات ہیں، جن کا میں آج تذکرہ کروں گا، جو نبی علیہ السلام کی نبوت کا ایک ثبوت ہیں اور قیامت تک رہیں گے ان میں سے۔

(۱) پہلا مجذہ:

الله رب العزت کا کلام ہے۔

(۲) دوسرا مجذہ:

نبی علیہ السلام کا فرمان۔

حدیث مبارکہ، چونکہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا: کہ اسے محبوب! آپ کو بھیجا گیا

«لَعْبَيْنِ لِلنَّاسِ مَا نُنَزَّلَ إِلَيْهِمْ»

کہ آپ انسانوں پر جو نازل ہوا اس کو واضح کر دیں، یہ وضاحت ہے یہ تفصیل ہے، اللہ کے کلام کی، چنانچہ احادیث بھی محفوظ۔

الحمد للہ محمد شین نے اس پر کام کیا، یہ محمد شین کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں

جن کے دلوں میں اللہ نے عشق رسول کو اتنا بھروسیا کہ اب اس عشق میں ڈوب کر ان کو نبی علیہ السلام کے اقوال، افعال کو جمع کرنے کی یاد کرنے کی محبت نصیب ہو گئی، زندگی لگا دی اسی کے اوپر۔ چنانچہ پہلے دور میں حافظہ کا فقط استعمال ہی اس کے لئے ہوتا تھا جو حافظہ حدیث ہوتا تھا۔ آج ہمارے زمانے میں تو مختلف معاملہ ہے، حافظہ کا مطلب ہوتا ہے قرآن کا حافظہ، قرآن مجید تو پہلے ہر کسی کو یاد ہوتا تھا والا ماشاء اللہ، اتنا فرق ہوتا تھا کسی کو کلی یاد ہوتا تھا اور کوئی جزوی، حافظ ابن تیمیہ، یہ حافظ سے ہوتے تھے، لیکن جس کو حافظ کہا جاتا تھا، حافظ ابن قیم، حافظ ابن تیمیہ، یہ حافظ سے کیا مراد تھا؟ یہ حدیث کے حفاظت تھے، چنانچہ لاکھوں حدیثیں یاد تھیں۔ (اللہ اکبر)۔

امام ابوذر رحمۃ:

امام ابوذر عز در حسنة اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ایک شاگرد تھا، اس کی بیوی تھی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن ان کے درس میں گیا تو ذرا دیر ہو گئی، وابس گھر آیا تو بیوی سے تھوڑی تلخ کلامی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ تمہیں تو کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا، کوئی مرجائے، تمہیں کیا پرواؤ کسی کی۔ سمجھانے کی کوشش کی مگر نصہ ذرا زیادہ تھا، بیوی نے باقتوں باقتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ تم کیا وقت ضائع کرتے ہو وہاں جا کر، اس نے کہا میں پڑھنے جاتا ہوں، اس نے کہا تمہارے استاد کو کچھ نہیں آتا تمہیں کیا آئے گا۔ اب جب اس نے استاد کے بارے میں بات کی یہ بھی نوجوان تھا، گرم خون تھا، اس نے کہا اچھا میرے استاد کو اگر ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ کام کرنا شروع کیا، اب مرد کو بھی محسوس ہوا میں نے غلط کیا، عورت کو بھی محسوس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ان کے استاد کے بارے میں تو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس نے پوچھا جی بات یہ ہے کہ اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا

نہیں ہوئی؟ چونکہ Conditional (شرط) تھی کہ اگر آپ کے استاد کو اتنی حدیثیں یاد نہ ہوں تو طلاق۔ اس نے کہا جی میں استاد سے جا کر پوچھتا ہوں، چنانچہ ابو ذرؓ کے پاس آئے اور آکر انہوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ معاملہ ہو گیا میں کارنامہ کر کے آیا ہوں، اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! جاؤ کرتم میان یہوی کی طرح رہو، اس لئے کہ ایک لاکھ حدیثیں مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے، یہ حفاظ حدیث تھے۔ تو کتابوں میں بھی محفوظ کیا اللہ نے اور سینوں میں بھی محفوظ فرمایا، اب تو تدوین ہو چکی، مدون شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، کوئی چودہ سو سال میں ایسا وقت نہیں آیا کہ احادیث رسول ﷺ ناپید ہوں۔ تیسرا صدی میں تو صحابہ کی کتابیں بھی مکمل ہو گئی تھیں، تو بزرگیا رہ سوسال جو اس کے بعد گزرے ایک دن بھی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ کہیں بھی نبی علیہ السلام کا فرمان اس کتابی شکل میں موجود نہ ہو۔ نہ قرآن مٹا، نہ حدیث مٹی، بخان اللہ۔ یہ حدیث پاک اصل میں قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تفصیل ہے۔

ایک نکتہ کی بات:

یہ جو تعلیمات اسلامیہ ہیں، اصل میں یہ انسانوں کو انسان بنانے کے لئے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ذرا کھولتا چلوں کہ

”الْعِلْمُ عِلْمَانٌ، عِلْمُ الْأَدِيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ“

علم دو قسم کے ہیں، دین کا علم اور اجسام کا علم

یہ جو ہمارا دین کا علم ہے، یہ علم الادیان ہے، اللہ کی معرفت کا علم ہے، انسانیت کو انسان بنانے کا علم ہے۔ باقی جتنے ہیں علم الادیان ہیں، یہ مادے کے علم ہیں، یہ ضروریات زندگی کے علم ہیں، یہ انسان کو انسان نہیں بناتے۔

ایک پریکل انجینئر ہے، فلاں انجینئر نگ ہے، فلاں میکنالوچی ہے، وہ انسان کی ضرورت تو پوری کر سکتے ہیں، انسان کو انسان تو نہیں بناتے۔

دین اسلام نے دنیا کو کیا کیا دیا:

چنانچہ دین اسلام کی کچھ خوبیاں ایسی ہیں کہ جو آپ میکنالوچی کے ذریعے سے پیدا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایمان، یہ ایک ایسی فتح ہے، جو کسی سائنسی علم سے پیدا نہیں ہو سکتا، یہ دین کا علم پیدا کرے گا اور اللہ پر ایمان کے کیا فوائد اور نتائج ہیں، ہم شاید اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔

امریکہ کا ایک واقعہ:

مجھے ایک مرتبہ امریکہ میں ایک ریاست میں جانا پڑا، جس کا سلوگن ہے، First in Flight (پرواز میں اولین)۔ چہار بنا نے والا سائنسدان اس ریاست کا رہنے والا تھا۔ وہاں عشاء کے بعد بیان تھا، جن عالم کے یہاں گئے تھے، ان کے ساتھ ڈیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ جی دعا کریں میں یہاں جیل میں جاتا ہوں اتوار کے دن، وہاں کے لوگوں کو میں دین کی تعلیم دیتا ہوں اللہ اس میں برکت ڈالے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جی آپ مجھے وہاں کی کوئی خاص بات سنائیں۔ کہنے لگے بس ایک بات سناتا ہوں پھر عشاء کا وقت ہونے والا ہے، انہوں نے بات یہ سنائی۔

ایک بندہ آیا جو وہیں کا گور امریکن تھا، کہنے لگا میں نے اس سے بات چیت کی، دین اسلام کو پیش کیا، الحمد للہ اس نے دین کو قبول کر لیا۔ اب میں نے اس کو دین سکھانا بھی شروع کر دیا، جو ضروریات دین ہیں وہ اس کو بتائی شروع کر دیں، تمہارا یہے پڑھتے ہیں، یہ یہ مسائل و خواہیں، تاکہ اللہ کے فرائض پورے کر سکے، پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھانا شروع کر دیا، اس دوران وہ میرے بہت قریب ہو

گیا بالکل مجھے بھری یار ہوتا ہے، وہ ایسا یار بن گیا، میں نے اس کا نام علی رکھا تھا۔ ایک دن مجھے پتہ نہیں کیا خیال آیا، میں نے اس سے Question (سوال) پوچھا کہ علی ایسے بتاؤ کہ اسلام لانے سے پہلے اور اسلام لانے بعد نہیں اپنے اندر کیا تبدیلی نظر آئی؟

مجھے یہی میں نے اس سے یہ سوال پوچھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مجھے نہیں ہوا کہ شاید میں نے سوال پوچھ کر غلطی کی، تو میں نے پوچھا بھائی کیوں کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ! تم میرے جذبات کو سمجھ نہیں سکتے، تم سے چونکہ میں اپنی Personal باتیں بھی شیر کر سکتا ہوں تو اتنی میری تمہارے ساتھ دوستی ہے، میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اسلام لانے سے پہلے میں وہی مریض تھا، نفسیاتی مریض تھا۔ اور مریض میرے اندر یہ تھا کہ مجھے اندازوں کے خون بینے کا منظر اچھا لگتا تھا، میں نے بے گناہ چیزیں مرد اور عورتوں کو قتل کیا ہے، بغیر کسی ریزن Reason (وجہ) کے جب وہ ترپتے تھے تو میں ان کے گرد ناچھتا تھا، مجھے اچھا لگتا تھا اور اس بیل میں میں قتل کے جرم میں نہیں آیا بیہاں تو میں ایک چھوٹے سے جرم میں آیا ہوں، چوچیں بعد میں باہر چلا جاؤں گا، میرا ایسا پتھر دل تھا انسان کی جان لینے پر بھی جس کو کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ اب تم نے مجھے کلمہ پڑھایا، اب میرے ذہن میں قیامت کا تصور آیا، سوال وجواب کا تصور آیا، اب میرے دل کی یہ حالت ہے کہ جب میں اس کرے سے Walk (چہل قدمی) کرنے کے لئے باہر نکلتا ہوں، میں اس کا بھی خیال کرتا ہوں کہ میرے پاؤں کے یہی آکر کوئی پیروتی بھی نہ مر جائے! سائنس بندے کو یہ ایمان تو نہیں دے سکتی۔

اسلام اور گھر بیو زندگی:

یہ گھر بیو زندگی کا تصور ہے دین اسلام میں، یہ اللہ کی عجیب نعمت ہے۔ یہ

سائنس کے ذریعے سے پیدا نہیں کیا سکتا، یہ محبتیں، یہ القمین بہن، بھائی، ماں، باپ، میاں، بیوی، یہ محبتیں (لُوْأَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جِمِيعًا) اے میرے محبوب از میں کے جتنے خزانے ہیں، مارے آپ اگر اکھا خرچ کر دیتے تو (فَإِنَّ الْفَتَّ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ) ان لوگوں کے دلوں میں محبتیں پیدا نہیں کر سکتے تھے، (ولَكِنَّ اللَّهُ أَلَّفَ بَيْنَ نُفُوسِهِمْ) اللہ نے دلوں میں محبتیں پیدا کر دیں۔ یہ عجیب چیز ہے، اللہ اکبر! سائنس کے ذریعہ سے یہ نعمت نہیں پیدا کی جاسکتی، چنانچہ آج جو ملک کہتے ہیں، کہ جی ہم بڑے ترقی یافت ہیں، وہاں جا کر وہیں تو ان کی گھر بیو زندگی بہت ہی زیادہ افراتفری کا شکار ہے۔

ایک امریکی ماں بیٹی کا واقعہ:

شیوا رک، نیو جرسی کے درمیان ایک ریاست ہے، وہاں ایک ماں نے بیٹی پر مقدمہ کیا کہ میرا خاوند مر گیا، یہ میرا جوان بیٹا ہے، میں اور یہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، میں اس پر مقدمہ یہ کہ رہی ہوں کہ اس نے کتے پالے ہوئے ہیں اور دن میں پانچ گھنٹے ان کتوں کو کھلاتا پاتا بھاگتا ہے، ان کے ساتھ وقت گزارتا ہے، میں اس کی یوہ ماں ہوں یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے نہیں آتا۔ تو حکومت اس کو حکم کرے کہ روزانہ دن میں پانچ منٹ میرے پاس آ کر کم از کم میری خیریت ہی پوچھ لیا کرے۔

مقدمہ چلا، بیٹی نے بھی وکیل کیا، ماں نے بھی وکیل کیا، یہ اخبارات کی بھی زینت ہنا، پورے ملک نے سنا، مقامی قوانین کے مطابق بچ نے بالآخر فیصلہ دیا کہ کتے کیونکہ اس بچے نے پالے ہیں تو کتے اس کے اوپر Liability (ذمہ داری) ہیں، اب تمن گھنٹے لگیں یا پانچ گھنٹے لگیں اس کو لگانے پر میں گے، رہ گئی ماں تو بچ کی عمر اخخارہ سال سے اوپر ہو گئی تو اب ماں اس کے اوپر لا بکشی نہیں، اس کو

کوئی تکلیف ہے تو وہ حکومت سے رجوع کرے ہم اس کو بڑی عمر کے جو بوڑھے
خانے بنے ہیں وہاں بیٹھنے دیں گے اور وہاں وہ زندگی گزارے گی، جہاں ماں بنیے
کا یہ تعلق ہوتا ہے کہ انسانیت وہاں کہاں ہو گی۔

ایک انگریز کا واقعہ:

ہمارے ایک سول انچینزرنگ کے پروفیسر تھے، ڈاکٹر اقبال علی ایک مرتبہ ان
سے یونیورسٹی میں ہم ان کا پریسٹ پڑھ رہے تھے تو وہ بتانے لگے، میں اپنے ایک
دوست کے ساتھ تھا.K.U میں، بھی بھی میں اس کے دفتر چلا جاتا تھا۔ وہ جیسے ہی
آکر بیٹھا تو تھوڑی دیر میں اس کی سیکریٹری آئی اور کہنے لگی Sir! ہاپٹل سے
آپ کے لئے کال Call ہے۔ اب ہم لوگوں کی شخصیتیں، طبیعتیں ایسی بنی ہوئی
ہیں، ایسا بات سن کے ہم ذرا فوراً مشکل ہوتے ہیں کہ آخر کیا ہوا۔ اس نے خیروں
پر بات کی اور بات کر کے فون رکھ دیا، مجھ سے بات کرنے لگا، میں نے کہا کہ
بھائی خیریت تو ہے؟ کہنے لگا، ہاں Every thing taken care of۔ اس نے
 بتایا کہ جی میرے والد جو تھے پیار تھے، ہسپتال میں تھے، ڈاکٹر کا فون آیا کہ وہ
 فوت ہو گئے اور میں نے ڈاکٹر کو کہہ دیا ہے کہ میرے والد کو سحری مردروں
Cemetry Services والے کے حوالے کر دو میں ان کا بابل پے کر دوں گا۔

دین نے ہمیں کیا دیا:

جہاں باپ اور بنیے کا یہ تعلق ہو، انسانیت وہاں کہاں؟ یہ جو بھتیں ہیں، میاں
بیوی کی یہ ہمارے درمیان ہیں، وہاں تو یہ بزرگی ہے۔ ہمیں ایسے لوگ ملے جو کئی
سال سے میاں بیوی ہیں، بیوی کے پاس سگریٹ ختم ہے تو اپنے خاوند سے ادھار
ماگتی ہے اور خاوند کے پاس شتم ہو تو بیوی سے ادھار مانگتا ہے، یہ وہاں میاں بیوی
کا تعلق ہے۔ تو جو یہ ازدواجی زندگی کا تصور دین نے پیش کیا یہ دنیا میں کسی کے

پاس نہیں ہے اور نہ سائنس اور بینالوigi سے یہ پیدا کیا جا سکتا ہے، فرمس، کسلری پڑھتے جائے، میڈیکل سائنس پڑھتے جائے، کون بتاتے گا کہ ماں سے محبت ضروری ہے۔

اسلام کی ایک اور خوبی:

تیری نعمت یہ کہ شریعت نے جو خیر خواہی کا حکم دیا، یہ ایک عجیب تعالیم ہے دین اسلام کی۔ "الدین النصیحة" دین سراسر خیر خواہی ہے، چنانچہ مؤمن اپنا بھی خیر خواہ دوسروں کا بھی خیر خواہ، ہر ایک کا خیر خواہ۔ یہ خیر خواہی کا جذبہ سائنس نہیں پیدا کر سکتی، سائنس تو بتائے گی کہ تم نفس کیے لے سکتے ہو، سود کے ذریعہ خون کیسے نچوڑ سکتے ہو، تم اپنا کار و بار کیسے چکا سکتے ہو، یہ نہیں بتائے گی کہ تم دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کیسے کر سکتے ہو؟

اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا:

چنانچہ صحابہ میں سے ایک بزرگ تھے، انہوں نے گھوڑا خریدا، مثلاً دو ہزار روپیہ کا۔ گھر آئے، اگلے دن دوست آئے ان کو دکھایا، ابھی گھوڑا خریدا ہے، سب بڑے خوش ہوئے، یارا تجھے بہت اچھا مال گیا، ویسے لگتا تو یہ تمیں ہزار کا ہے۔ جب دوست چلے گئے تو یہ ایک ہزار روپیہ لے کر گئے اور اس کے مالک کو جا کر دیے، بھائی کس لئے ۱۰ کہنے لگا آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی یہ چیز کتنی یقینی ہے، لوگوں کی Assessment (جاڑہ) تمیں ہزار کا ہے، میں آپ کو ایک ہزار روپیے اور ادا کرتا ہوں۔ اگلے دن اور لوگ آگئے، کسی نے کہہ دیا جتنا بایہ تو چار ہزار کا ہے، ایک ہزار اور لے کر چلے گئے، بھائی آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی چیز کی دلیلوں Value کتنی ہے، لوگوں کی اسمد اتی ہے۔ کسی نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے میرے محبوب کا حکم ہے "الدین النصیحة" میں اپنے بھائی کی خیر

خواہی کر رہا ہوں، سماں تو یعنی نہیں سکھا سکتی، یہ دین اسلام کی خوبصورتی ہے، کاس نے یوں خیر خواہی کی تعلیم عطا فرمائی۔

اسلام نے ہمیں ایشارہ دیا:

"ایشارہ" ایک دوسرے کے لئے قربانی دینا، ہم نے خود دیکھا ہم امریکہ میں ایک جگہ پر ٹھکے ٹکٹ خریدنی تھی، کاؤنٹر کے اوپر، کہا کہ ٹکٹ بنا دو، اب اس لڑکی نے ٹکٹ بنا دی، جب پیسے دینے کا وقت آیا، تو ہم نے بھی جیب میں سے پیسے نکالے کہ اس کو ادا کریں اور ساتھی نے بھی نکالے، اب میری چاہت تھی کہ مجھ سے لے لے اور ساتھی کی چاہت تھی مجھ سے لے لے، وہ کام چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ ہم نے پوچھا اللہ کی بندی کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ I Thats the reason love the people پاں ہیشہ جب بھی دو مسلمان آتے ہیں، میں یہ دیکھتی ہوں کہ ہیشہ پے مت کے لئے دونوں پیسے نکلتے ہیں اور آپس میں بھگڑا کرتے ہیں، یہ ایشارہ کا جذبہ دنیا کے پاس کھینچنے ہے۔

انگلینڈ کا واقعہ:

ہمارے ایک ساتھی ملٹان کے رہنے والے، ان کے ماں میں انگلینڈ تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں جب انگلینڈ جانے لگا تو والدہ نے آم کی ایک بوکری اپنے باغ کی ساتھ دی۔ میں نے کہا امی وہاں بہت پھل ملتے ہیں، مگر امی بھی اللہ کی عجیب تلاوی ہوتی ہے، کھانے پینے کی جب تک کوئی چیز نہ پہنچ دے اس کو تسلی ہی نہیں ہوتی۔ میں لے گیا، ماں میں نے کچھ کھائے، کچھ ادھر کے پڑوی کو بکھروادیے، کچھ ادھر کے پڑوی کو، ابھی یہی سیٹھی تھے کہ گھنٹی بجی۔ دیکھا تو دونوں پڑوی دروازے پر، جی کیسے آئے؟ کہنے لگے جی ہم نے آم وصول تو کر لیے ہیں، ہم آپ کا شکر یہ

ادا کرتے ہیں لیکن آپ نے مل ساتھ نہیں بھیجا۔ سنا آپ نے، وہاں کا یہ دستور ہے کہ ایسا ہر ہمدردی نام کی کوئی چیزی نہیں۔

ایشارہ کا ایک عجیب واقعہ:

ہمارے یہاں کتنا ایشارہ اللہ اکبر..... ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور تین چار علماء اور تھے، ان کو حاکم وقت نے گرفتار کیا کہ یہ ان کی مرضی کا فتویٰ نہیں دے رہے تھے۔ تو وزیر نے کہا کہ دیکھو! ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ، بہت نیک بندے ہیں اگر ان کو کچھ کہو گے تو تمہاری اپنی عاقبت خراب ہو گی۔ تو اس کے ذہن میں یہ تھا چلو دوسرا سے ایک دو کو میں قتل کر دادیتا ہوں، ابو الحسن نوری گوئیں چھوڑ دوں گا۔ اب جب ان کو بلا یا اور جلا کو بلا یا تو دیکھا کہ ابو الحسن نوری سب سے آگے ہیں۔ اس نے بہانہ بنایا کہ یہ جگہ اچھی نہیں ہے، سب کو یہاں لاو، جب سب آئے تو ابو الحسن نوری پھر آگے۔ اس نے کہا یہ بھی تھیک نہیں یہاں لاو، ابو الحسن نوری پھر آگے، اس نے بلا یا ابو الحسن! میں تو چاہتا تھا کہ تمہیں چھوڑ دوں دوسروں کو قتل کرو اور تم سب سے آگے، ارادتا کھڑے ہوئے یا کیا ہوا؟ کہنے لگے میں ارادتا کھڑا ہوا ہوں، ابو الحسن کیوں کھڑے ہوئے؟ کہنے لگے اس نے کھڑا ہوا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا جتنی دیر جلا د کو مجھے قتل کرنے میں لگے گی، میرے بھائیوں کو اتی دیر اور زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا، یہ ایشارہ کون سکھائے گا، یہ دین سکھاتا ہے، اللہ اکبر۔

اسلام نے حق کی تعلیم دی:

مکارم اخلاق جو سات گنوئے گئے ”بِعْثَتْ لِأَتْقِيمَ مَكَارِمَ الْإِحْلَاقِ“ اس میں ایک ہے حق بولنا، ایک ہے سچائی کا معاملہ کرنا، اس کی ایک اپنی تفصیل ہے۔ یہ تعلیم جو دین نے دی سائنس یہ تعلیم نہیں دے سکتی۔

ہمارے اکابر نے حق بولنے کی کیا کیا یادیں تازہ کر دیں جیران ہوتے ہیں۔
 بات بھی ہونے کے ذریعے میں اب اس کو آگے کھوں نہیں سکتا میکن مشکور واقع ہے
 چونکہ آپ لوگ علماء ہیں آپ تو پہلے سے اسی جانتے ہیں کہ کام عالمہ میں زمین کے
 کٹلوے پر جھکڑا ہوا تھا تو ایک مسلمان کو حکم بنا لایا گیا تھا۔ منتظر الہی بخش کام حلوبی کو
 انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ یہ تو ہندوؤں کی زمین ہے تو مجھ نے فیصلہ لکھا تھا کہ آج
 مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔ اور اس کے نیچے کون کر ہندوؤں نے کہا تھا کہ مجھ
 صاحب آپ نے فیصلہ تو دے دیا اب ہمارا بھی فیصلہ سن لیں کہ ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان
 ہوتے ہیں اور اس جگہ مسجد بنانے کا ہم آج ارادہ کرتے ہیں۔ حق کا بول بالا۔

حیا کی دولت کس نے دی؟

حیا کی تعلیم شریعت نے دی، آج سائنس حیا کی تعلیم نہیں دے سکتی بلکہ ان
 ملکوں میں جاؤ تو وہاں لکھا ہوتا ہے کالجز میں کہ Shynes is sickness
 کر شرم ایک بیماری ہے۔ ہمارے یہاں آؤ تو لکھا ہوتا ہے، السحياء شعبۃ من
 الایمان حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ اب حیا والی زندگی کیا ہے؟ یہ مستقل ایک عنوان
 ہے، چلیں آگے چلیے۔

اخلاص کہاں سے ملا؟

اس کی تعلیم دین نے دی۔ دنیا کی کوئی سائنس کسی کو یہ تعلیم نہیں دے سکتی یہ
 دین اسلام کی وہ خوبیاں ہیں کہ آج دنیا کا کوئی اور نہ جب یہ خوبیاں نہیں دکھا سکتا،
 یہ دین اسلام دکھاتا ہے۔ اور اسی کو انسانیت کہتے ہیں اور اسی انسانیت کی وجہ سے
 اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھی محفوظ رکھتا ہے تاکہ یہ خوبیاں میرے بندوں میں پیدا
 ہوتی رہیں اور صحیح معنوں میں وہ انسان بن کر زندگی گزاریں۔

اخلاص کا ایک نمونہ:

ہمارے اکابر میں اخلاص کتنا تھا، اللہ اکبر..... مائن فتح ہوا تو بہت سارا مال
نفیسیت ہاتھ آیا۔ سعد بن وقاص رض میٹھے تھے، ان کے سامنے ایک سپاہی ایسا بھی
آیا جو بہت غریب تھا، پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں
کپڑے میں کچھ لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے آکر کہا کہ یہ امانت آپ لے لیجئے۔ پوچھا
کہ بھائی کیا ہے؟ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا مائن کے پادشاہ کا تاج تھا، قبیلی
ہیرے موٹی اس کے اندر جڑے ہوئے تھے، اتنا قبیلی کہ اگر وہ ایک ایک ہیرا جک کر
کھاتا تو پوری زندگی میں میں گزار سکتا تھا۔ کسی کو پڑھ بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس
تاج ہے کہ کوئی اس سے مطالبہ کرتا۔ سعد بن وقاص رض کو بڑی حیرانی ہوئی اس
بات پر کہ پڑھ بھی کسی کو نہیں اور اس نے خود ہی آکر دے دیا، یہ تو کوئی بڑا نیک بندہ
ہے۔ سعد بن وقاص رض نے پوچھا کہ بھائی آپ کا نام کیا ہے؟ جب انہوں نے
پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس سپاہی نے اپنے رخ کو پھر اس سعد بن وقاص رض کی
طرف پیچھے کی اور قدم بڑھا کر جانے لگا اور جاتے ہوئے کہا، جس اللہ کی رضا کیلئے
میں تاج لے کر آیا ہوں وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور میرے باپ کا نام بھی جانتا
ہے۔

اخلاص کی یہ تعلیم کون دے سکتا ہے؟ یہ دین سکھاتا ہے۔ تو چونکہ قرآن اور
حدیث دین اسلام کی یہ تعلیمات دیتی ہیں اور ان تعلیمات کا نام انسانیت ہے،
اس لیے جب تک دنیا میں انسان ہے تب تک اللہ کا قرآن اور نبی علیہ السلام کا
فرمان موجود ہے یہ ختم نہیں ہو سکتا۔ کوئی چاہے بھی ختم کرنادہ ختم کرنہیں سکتا۔ یہ بھی
نبی علیہ السلام کا مجرہ ہے۔ تو ایک قرآن مجرہ اور دوسرا نبی علیہ السلام کا فرمان،
احادیث کا ذخیرہ۔ اسلئے علماء نے اسماء الرجال کافن نکالا، لاکھوں انسانوں کے

حالات زندگی اکٹھے کر دیئے، آج بھی محفوظ ہیں، کسی راوی کے حال کی تحقیق کرنا چاہیں، آج بھی کر سکتے ہیں، ایسا پاکاذ خیزہ موجود ہے۔

(۳) تیسرا مجhzہ

تیسرا مجhzہ نبی علیہ السلام کا کہ وہ جگہیں جہاں پر قرآن اور حدیث کا علم سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے وہ قیامت تک محفوظ رہیں گی (مدارس) یہ بھی نبی علیہ السلام کا مجhzہ ہے، اس لئے کہ اگر وہ جگہیں محفوظ نہ ہوں، تو یہ ایک نسل سے دوسری نسل میں یہ احادیث اور یہ باتیں کیے منتقل ہوں گی؟ تو قرآن اور حدیث کی حفاظت قیامت تک کیسے ہوگی؟ ان کی حفاظت کے جو کارخانے ہیں، جہاں ان کی حفاظت کرنے والے پیدا ہوتے ہیں، وہ کارخانے محفوظار ہیں گے، وہ کسی ثتم نہیں ہو سکتے۔ تو یہ بات اپنے دلوں میں لکھ لیجئے کہ کوئی ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ پوری دنیا سے عربی مدارس کو ثتم کر دیا جائے، جو سوچتا ہے وہ احتقنوں کی جنت میں رہتا ہے، یہ مدارس وہ جگہیں ہیں کہ جہاں اللہ کا قرآن الگی نسل کا منتقل ہوتا ہے، یہ حدیث پاک جو نبی علیہ السلام کا فرن ہے، آنے والی نسلوں کو پڑھایا جاتا ہے، یہ اس کو کاپی Copy کرنے کی جگہیں ہیں، سینوں سے سینوں میں کاپی ہوتا ہے، قاری صاحب کے سینے سے شاگرد کے سینے میں کاپی ہو جاتا ہے اور مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہوتا مدرسہ تو استاد اور شاگرد کا نام ہوتا ہے اور اس کی اہم انجی علیہ السلام نے فرمائی۔

دیکھیں! مسجد نبوی میں جو فقد کی جگہ تھی، وہ کیا تھی؟ وہ اس امت کی تاریخ میں دین کا پہلا مدرسہ تھا، انصار و مهاجرین آتے تھے، وہاں سارا دن پیشہ کر بنی علیہ السلام کے فرماں سناتے تھے، پڑھاتے تھے، سلمان فارسی رض ان کے مانیز تھے۔ سب وہاں آتے تھے، جو کام کا ج میں لگے رہتے تھے وہ آکے وہاں

دوسروں سے سمجھتے تھے، وہ سمجھنے کھانے کی جگہ تھی، جتنے مدارس ہیں، یہ سب اسی کی پیشیاں ہیں، وہی سلسلہ آگے چل رہا ہے اور یہ قیامت تک چلے گا، چنانچہ کتنی مرتبہ کفر نے کوشش کی مدارس کو ختم کر دیا جائے، مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

مدارس کو بند کرنے کا ایک حرپہ:

۱۸۵۷ء کے بعد کفار نے یہ سوچا کہ مسلمانوں کو ختم کیسے کر سکتے ہیں، مسلمان کا قرآن سے رشتہ کیسے توڑ سکتے ہیں، ان کا اس کے لئے ایک ہی حل ہے کہ مدارس کو ختم کرو۔ مدارس اس زمانے میں وقف کی جائیدادوں سے چلا کرتے تھے، کسی نے مدرسے کیلئے مریخ زمین وقف کر دی، آدم حامریخ، دو مریخے تو ساری وقف کی جائیداد حکومت نے اپنے قبضے میں لے لی، گلا گھونٹ دیا، نہ کھانے کو ملے گا نہ یہ باقی رہیں گے، بیوک سے مریں گے، خود ہی خالی کر جائیں گے۔ مدرسہ رجیہ جو دہلی میں تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد کے نام پر اس پر قبولہ وزیر پھیر دیا گیا تھا۔ دیہا توں اور شہروں میں جہاں مدرسے نظر آتے تھے ان کو بند کروا دیا گیا، تو کیا مدارس بند ہو گئے؟ اس وقت بھی رہے اور آج بھی موجود ہیں۔

کفر کے دور میں مدارس:

رشیا میں بھی بھی کچھ ہوا کہ وہاں قرآن کی قائم پر پابندی لگادی گئی، انہوں نے سوچا کہ نہ مدارس رہیں گے نہ کوئی پڑھانے والا رہے گا، ختم ہو جائیں گے، مگر مدارس باقی رہے اور کیسے رہے؟ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک مدرسہ۔ انہوں نے ہیا کہ ہم کیا کرتے تھے، کہ بڑا گھر ہوتا بہت کروں والا، جسکے چاروں طرف کرے ہوتے۔ اس کے درمیان میں بھی ایک کرہ ہنا دیتے اور اس میں ساری ضروریات کی پیچری رکھ دیتے، چاروں طرف اس کے دیوار اور دیوار اسی ساؤنڈ پروف Sound بناتے کہ اندر کی آواز باہر نہ آئے بالکل ساؤنڈ

پروف جگد ہوتی، قاری صاحب اپنے چند بچوں کو لے کر اندر چلے جاتے اور اس دروازے کو دیوار سے بند کر دیا جاتا، پھر اس کے آجے لکڑی کی ایک الماری رکھ کر اس کو شراب خانہ بنادیا جاتا تھا، کس لئے؟ کہ یہ لوگ آئیں گے اور جب آکر دیکھیں گے کہ یہاں پر تو وہ کاپڑی ہے (شراب کا نام) فلاں پڑی ہے، فلاں پڑی ہے، تو کہیں گے ہاں یہ بالکل نیک لوگ ہیں، چلے جائیں گے اور ایسا ہی ہوتا، پولیس کے لوگ آتے پورے گھر کو دیکھتے، جب وہ دیکھتے کہ انہوں نے گھر کو منی بار (چھوٹا میخانہ) Mini-bar بنایا ہوا ہے، وہ کہتے کہ ان کا دین سے کیا واسطہ؟ وہ چلے جاتے تھے، ان کو نہیں پڑھتا تھا کہ جہاں وہ گھر ہے ہوتے تھے، چند میز کے قابلے پر معصوم بچے اپنی مخصوص زبانوں سے اس وقت بھی اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے۔ استاد بچوں کو لے کر جاتا تو بچوں نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا تھا اور چھ میٹنے آٹھ میٹنے بعد جب بچوں کے لے کر باہر آتا تو بچے قرآن پڑھ پچکے ہوتے تھے، مدارس اس طرح چلائے گئے، کوئی تصور کر سکتا ہے اس کا!

ٹکڑتہ دل سے جو آہ لٹکے، فرش کیا عرش کا پ اٹھے گا
درو نفس جو دانہ ہو گا تو ایک دن نوٹ کر رہے گا
کسی کے روکے سے حق کا پیغام، کب رکا ہے جواب رکے گا
چراغِ ایمان تو آندھیوں میں جلا کیا ہے جلا کرے گا

کفر کی آندھیوں میں ایمان کے چراغ جلاتے تھے، چنانچہ آج بھی دہاں مدارس موجود ہیں، یہ نبی علیہ السلام کا تیرستہ مجزہ ہے، قرآن بھی محفوظ، نبی علیہ السلام کا فرمان بھی محفوظ اور ان دونوں علوم کے جریان کے لئے جاری ہونے کے لئے جو جگہیں ہیں، وہ مدارس بھی محفوظ، یہ انسانیت کی بقاء کا ذریعہ ہیں جس دن یہ نہیں ہوں گے انسانیت اپنے انجام کو لکھتی جائے گی۔

(۲) چوتھا مسجد:

”علمائے امت“ یہ بھی قیامت تک باقی رہیں گے،
نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”مَنْ عَايَلَهُ أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَجِعًا أَوْ مُجَاهِدًا“
عالم ہو! انہیں تو طالب بن جاؤ! انہیں تو سننے والے بن جاؤ! انہیں تو محبت ہی
کرنے والے بن جاؤ۔

چند چیزوں کا دیکھنا عبادت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”چند چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔“
بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے۔
زہر کے کنویں میں دیکھنا عبادت۔
قرآن کو دیکھنا عبادت۔
اور عالم باعل کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

مصیبتوں کس سے دور ہوتی ہیں؟:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چند ایسی وجوہات ہیں، جس سے آئی ہوئی
 المصیبتوں میں جاتی ہیں:
تو جو فرمائے! ”فَرِمِيَّا أَيْكَ مَوَذُنْ جَبْ مَسْجِدٌ مِّنَ الْأَنْدَارِ كَبِيرٌ كَبِيرٌ آواز دیتا ہے، تو
اللہ کے نام کے بلند ہونے کے ساتھ کتنی مصیبتوں اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہیں۔
فرمایا، حاجی جب احرام پہن کر لبیک کا لفظ کہتا ہے، تکبیر وہ عمل ہے، اللہ رب
العزت اس جگہ سے کتنی مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔
تیرا فرمایا، اللہ کے دین کی خاطر جو لوگ نکلتے ہیں، اللہ کے دین کی سر بلندی

کے لئے وہ مجاہد جب اللہ اکبر کا نفرہ لگاتے ہیں، اس نفرہ سے اللہ تعالیٰ کتنی مصیبتوں کو بحال دیتے ہیں۔

اور فرمایا کہ کسی آبادی میں جب کوئی قرآن کا حافظ اللہ کے قرآن کو پڑھنا شروع کرتا ہے، قرآن کے الفاظ سختے ہی اللہ اس آبادی سے مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔

یہ چنانچوں پر بیٹھنے والے، یہ روکھی ہو کھی کھانے والے، یہ انسانیت کے محض ہیں۔

مدارش دنیا کی حفاظت کے ضامن:

ان طلبا علماء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں سے مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں، یہ نہ ہوں گے تو کلبوں والے اپنی زندگیاں نہیں گزار سکیں گے، اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر آگرے گا ان کے جو کرتوں پہل رہے ہیں ان کی بنا پر۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو کھڑا کر کے فرمائیں گے ”لَمْ أَضْعِ عِلْمِي فِيْكُمْ لَا غَيْرَكُمْ؟“ میں نے تمہارے سینے میں علم اسلئے نہیں ڈالا تھا کہ میں عذاب دوں، ”إِنْطَلِقُوا فَذَغَرْتُ لَكُمْ“ جاؤ میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے ”إِنَّ مَقْلَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَلَ النُّجُومِ يَهْتَدِي بِهَا فِي ظُلُمَاتِ النَّهَرِ وَاللَّيْلِ“، اللہ رب العزت نے ان کو ایک مقام دیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

”آلَيْكُمْ دُنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونَةٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا وَاللَّهُ وَغَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ“

ان کے سوا باقی دنیا کی چیزوں پر لعنت فرمادی، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے

راستے میں زندگی گزارتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے

”مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ“

جو علم طلب کرنے کے لئے گھر سے لکھا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے،

جب تک کہ وہ واپس لوٹ کر نہ آجائے، علم کا حاصل کرنا کوئی معنوی بات نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے

”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَارَةً لِمَا مَضِيَ“

جس نے علم کو حاصل کیا، یہ اس کے لئے جو کچھ گزر چکا، اس کا کفارہ بن جاتا

ہے۔ اللہ رب العزت کے بیہاں ان کا ایک مقام ہے، اللہ رب العزت نے ان کو

علم دیا ہے، ان کے سینوں میں قرآن کا نور ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کے فرمان کا

نور ہوتا ہے، اس لئے پوری دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آ سکتا کہ علماء کو ختم کر دیا

جائے۔ جو لوگ یہ نیت کر کے چلے ہیں تاکہ علماء کو ختم کر دو، وہ بھی اپنے ارادے

میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسی کو علامہ اقبال نے کہا تھا:

— وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال وہ

مگر کفر کی یہ خواہش بھی بھی پوری نہیں ہو سکتی، علماء ہمیشہ موجود رہے

اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ چنانچہ میں مثال دیتا ہوں اپنے ملکوں کی، یا پھر ریشیا

(روس) کی کہ جہاں کے حالات کو اس عاجم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، باقی دنیا

کی مثالیں آپ ان کی کتابوں میں پڑھتے چلے جائیے۔

نہماۓ کرام کی قربانی:

۱۸۵۴ء میں فرگنی نے یہ فیصلہ کر لیا کہ دین کو ختم کرنے کا ایک ای طریقہ ہے

کہ علماء کو ختم کر دو، چنانچہ اس کے لئے ہر بستی سے ہر شہر سے جو جید علماء تھے، چوتھی

کے علماء تھے، جو استاد حضرات تھے، ان سب کو گرفتار کر کے ان کو درختوں پر پھانسی لٹکا دیا گیا۔ دہلی سے لے کر پشاور تک ایک سڑک ہے، جسکو G.T. روڈ جرنیل سڑک کہتے ہیں، اس جرنیل سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا ایسا درخت نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش نہ لٹک رہی ہو، پھانسی دے کر چھوڑ دیتے تھے، ایک ایک میئنے تک لاشیں لٹک رہتی تھیں، ان کو اتارنے والا کوئی نہ ہوتا تھا یہ کس لئے کیا؟ تاکہ لوگوں کے اندر ایسا خوف پیدا ہو جائے کہ آئندہ کوئی اپنے بچہ کو عالم بنانے کا سوچ ہی نہ سکے، بادشاہی مسجد کے دروازے پر ایک پھندایا گیا تھا، ششیں ہنا کر چونیں (24) گھنٹے علماء کو پھانسی دی جاتی۔ ترتیب یہ تھی، ایک عالم کو پھانسی چڑھاؤ جب تک اس کی لاش مل رہی ہے، اس وقت تک لٹکا رہے، جب ہنابند ہو جاتی تب دوسرے کو پھانسی دی جاتی، پھر ہنابند جاتی، تیسرے کو دیتے۔ تسلیم سے پھانسی دی گئی، ایسا بھی کیا گیا کہ علماء کو سامنے کھڑا کر کے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جاؤ! اور جب وہ جانے لگے تو پیچھے سے فوجیوں نے ان کی پیٹھ کے اندر گولیاں مار دیں۔

مجھے پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں ایک ایسا درخت خود یکھنے کا موقع ملا، علماء وہاں لے کر گئے، انہوں نے کہا کہ حضرت ایہ درخت ہے کہ جس کے اوپر علماء کو پھانسی دی گئی تھی، ایسے درخت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ چنانچہ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ دہلی کے باہر جو کپ تھے، وہاں علماء کو انکاروں میں بھی لایا گیا، ہر طرح کی ان کو اذیتیں دی گئیں مقصد کیا تھا؟ تاکہ یہ دین کا نام چھوڑ دیں اور آئندہ اپنی اولاد کو دین پڑھانے کا بھی سوچیں ہی نہیں۔

تاریخ کا ایک ورق:

ایک کتاب ہے ”تاریخ کالاپانی“، حضرت مولانا محمد جعفر علی قہا میری نے

اکیں عجیب پاتیں لکھیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امر تسریں ہمیں صرف بیڑیاں ڈالی گئی تھیں۔ جب ہمیں دہاں سے لا ہوئے مختل کیا گیا تو گز Fit کر دیا گیا، گز کا کیا مطلب؟ کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جس میں باندھا جاتا تو نہ بندہ بیٹھا ہوتا نہ کھڑا ہوتا، درمیان کی حالت میں رہنا ہوتا، اب درمیان کی حالت میں بندہ دس پندرہ منٹ تورہ سکتا ہے، اس کے بعد اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بندہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہ تکلیف انہوں نے کس لئے دی تاکہ یہ روئیں، تریں اور ہمیں منتیں کریں کہ جی چھوڑ دیں۔ اور یہ حضرت معافی نامہ لکھنا نہیں چاہتے تھے کہ ہم کیوں معافی مانگیں، ہم اگر دین کی بات کرتے ہیں تو ہم حق پر ہیں، سارا مسئلہ یہ تھا۔

کہتے ہیں کہ لا ہوئے میں ایک مہینہ رکھا گیا، بہت تکالیف دی گئیں۔ پھر ملان وائے کسی افسر نے کہا یہ لوگ تم سے کیوں نہیں سیدھے ہو رہے ہیں، انہیں میری طرف بھیجو! کہتے ہیں کہ حکم آیا تو کوٹ لکھپت جیل سے ہمیں ریل گاڑی میں ملان بھجوایا گیا۔ اس میں ڈبے کے اندر بخیرے رکھے ہوئے تھے اور بخوروں کے اندر کی طرف کو رخ کر کے لگائی گئی تھیں اور ہمیں اندر بٹھادیا گیا۔ اب ہم اندر بیٹھے اور ہمارے اور بخیر و سل اور سیٹی کے اچانک گاڑی کو چلا�ا جاتا، تو تو کہنے لگے کہ ہم بیٹھے ہوتے اور بخیر و سل اور سیٹی کے اچانک گاڑی کو چلا�ا جاتا، تو گاڑی چلتی اور جھکتا لگتا، ہم بیچھے لگتے تو کیلیں ہمارے جسم میں چھڑ جاتیں، خون لکھتا اور ابھی ہم بیچھے کے زخم برداشت نہیں کر پاتے تھے کہ گاڑی کو اچانک Break لگائی جاتی، تو ہمارے ماتھے پر، منہ پر، سینہ پر کیلیں آگے کی جانب چھبھ جاتیں۔ اسی حال میں ہمیں ملان بجا یا گیا، مگر ایک اٹھیں پر جا کر گاڑی کو کھڑا کر دیا جاتا۔ اب کتنے دن، کتنے گھنٹے، کھڑی رہے گی کچھ پتہ نہیں تھا، آپ یوں سمجھیں کہ کوٹ لکھپت سے ملان کا سفر ایک مہینہ میں طے ہوا۔ جب کوئی سویا ہوا ہوتا اور سوکی ہوئی حالت میں گاڑی کو چلا�ا جاتا تو اور کیلیں چھپتیں۔ پھر گاڑی کے اندر راتی

گری کر خون پسینا کھانا ہو جاتا، زخم درد کرنے لگتے۔ مقدمہ ان کا یہ تھا کہ ان کو اتنی تکلیف پہنچا دکہ یہ بٹک آ کر معافی مانگ لیں کہ جو تم کہتے ہو ہم کہنے کو تیار ہیں، ہم لکھنے کو تیار، ہمیں یہاں سے نکال دو۔ لیکن یہ علمتوں کے ایسے پہاڑ تھے یہ جبال العلم تھے، استقامت کے وہ لوگ تھے جو معافی مانگنے کو تیار ہیں تھے۔

چنانچہ ان کو اسی حال میں ملتان پہنچایا گیا، کہنے لگے کہ جب ملتان پہنچ تو اس نے دیکھا کہ ان میں سے تو معافی مانگنے والا کوئی بھی نہیں، تو اس نے مشورہ کیا لا ہور والے سے کہ ان کو چھانی کیوں نہیں دیتے، کیا مصیبت ہم نے پالی ہوئی ہے۔ کہنے لگے انہوں نے چھانی کے Final Order کر دیے، اب جب چھانی کا حکم ہوا تو، ہمارے چہروں پر سرخی آگئی، رعنائی آگئی، تو اگلے دن صبح سحری کے وقت ہم نے بیچے چلا کر، گھاس کھا کر، جو قریب قریب تھی روزہ کی نیت کی، سوچا کہ اگر ہمیں چھانی دی جائے گی تو ہم روزہ کی حالت میں اللہ کے حضور اپنی جان پیش کرنا چاہتے ہیں۔ صبح جب حاکم آیا، اس نے چہروں پر تازگی دیکھی، اس نے کہا، او طاؤ! تمہیں کیا خوشی ملی کہ تمہارے چہروں پر آج اتنی تازگی نظر آتی ہے؟ تو کہتے ہیں کہ کسی نے اتنا کہہ دیا کہ تم چھانی دو گے تو ہمیں مقصود نصیب ہو جائے گا، گوہر مخصوص جائے گا تو اس پر وہ رک گیا، پھر اس نے مشورہ کیا تو مشورہ کر کے طے ہوا کہ ان کو چودہ سال کے لئے قید "کالا پانی" مجیخ دیتے ہیں، تو اس Point پر آ کر ایک عجیب شعر لکھا فرماتے ہیں:

- مخفی دار کو حکم نظر بندی ملا

کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر چھانی دے دیتے رہائی ہو جاتی، اب وہ بھی رہ گئی۔ کہنے لگے کہ اب

انہوں نے ہمیں بھیجا تھا، ہمیں یہ نہیں پتہ تھا کہ فرگی کیا چال پڑے گا، ہمیں اس وقت پڑے چلا جب بیڑیاں ڈالیں، ہنکڑیاں ڈالیں گز فٹ کئے اور ہمیں باہر کلا، تو ہم

نے دیکھا کہ ہمارے یہوی بچے ہمارے سامنے موجود تھے اور فرگی ان کو اسلئے لا لایا تھا کہ ان کو کہا تھا کہ تم ان کو مناؤ کریے چند الفاظ کہہ دیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو ہم ان کو ابھی تمہارے ساتھ گھر بیٹھ ج دیں گے۔ عورتیں چونکہ کمزور دل ہوتی ہیں، کہنے لگے میرا چھوٹا پچھہ تھا جب اس نے بندھا ہوا دیکھا تو اسی سے کہنے لگا، امی! گھروں میں تو بھینوں کو گایوں کو زنجروں سے باندھتے ہیں میرے ابو کو زنجروں سے کیوں باندھا گیا؟ میری یہوی کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کہنے لگی یہ لوگ کہتے ہیں، آپ چند الفاظ اگر کہہ دیں کہ آپ اسکے دشمن نہیں، مخالف نہیں، آئندہ مخالفت نہیں کریں گے، تو یہ آپ کو چھوڑ دیں گے، تو ان الفاظ کو کہنے میں کیا حرج ہے۔ میں نے اسے سمجھایا میں یہ الفاظ زبان سے نہیں نکال سکتا، یہوی بھی رونے لگ گئی، اتنا عرصہ جداگانی میں گزر گیا، اب تو ہمارے ساتھ وہ اپس چلو! میں نے اسے سمجھایا اللہ کی ہندی اگر زندگی ہوئی تو دنیا میں آکر تمہیں ملوں گا، اگر زندگی نے ساتھ نہ دیا تو میں حوض کو شرپ نجی علیہ السلام کے قدموں میں آکر تمہیں ملوں گا جب میں نے اپنی یہوی کو ان الفاظ سے سمجھایا تو یہوی مان گئی، بچہ روئے رگا اور اسی حال میں میں روانتہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں پھر میں وہاں سے چلا تو پھر کالا پانی پہنچا، مگر ایک نیا سلسلہ آگیا، یہوی نے دو سال کے بعد ایک خط لکھا بیٹی جوان ہو گئی، تم بھی گھر پر نہیں ہو، اب اس بیٹی کے رشتے کا میں کیا کروں؟

تو میں نے اس کو جواب میں کہا، کسی قریبی جگہ پر ایک عالم باللہ کو دیکھو! با خدا بند سے کو دیکھو اور ان سے کبوک والدیں میں ہیں اور بچی کا رشتہ کرتا ہے، تو وہ اپنے متعلقین میں سے کسی نیک نوجوان کو تجویز کر دیں گے، اس نوجوان سے تم رشتہ کر دینا! مگر ایک بات ذہن میں رکھنا! جمع کے دن نکاح کرنا اور جمع کے مجع میں یہ اعلان کروادینا، لوگو! زندہ باپ کی شیم بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے۔

یہ اعلان ہوتے تھے! لوگوں از نہ بآپ کی مشتمی کا نکاح ہو رہا ہے، تم بھی اس نکاح میں شریک ہو جاؤ، یہ قربانیاں تھیں جو علما نے دیں، لیکن اس کے باوجود نہ بھکے، نہ پیچھے ہٹے اور اللہ نے آج بھی اس جماعت کو سلامت رکھا ہوا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر:

چارے اکابر نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں! ہم ان باتوں کو سوچتے ہیں تو ہیر ان ہو جاتے ہیں، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے، مولانا محمد علی جو ہر علماء کے شاگرد تھے، ان کو کہا گیا کہ اگر تم اپنی آواز تینیں روکو گے! اخباروں میں لکھنا تینیں چھوڑو گے! ہم تھیں بھی اسی طرح قید کر دیں گے، یا پھانسی پر لکا دیں گے، وہ چونکہ شاعرانہ مزاج رکھتے تھے، تو انہوں نے اس موقع پر اشعار لکھے کہا کہ:

تم یونہی سمجھتا کہ خدا میرے لیے ہے
پر غیب میں سامان بنا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین بن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لیے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے سیجا
اسکر یہی ایک دوا میرے لیے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سمجھی نئے کش
مگر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لیے ہے
تو حید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خدا میرے لیے ہے

چنانچہ ان کو بیتل میں ڈال دیا گیا، وہ جب نکلے تو پھر انہوں نے کہا اچھا پھر میں اپنے ملک کو چھوڑ کر جاتا ہوں اور میں کفار کے ملک میں جا کر ان کے

اخباروں میں لکھوں گا اور اس وقت تک واپس چلیں آؤں گا جب تک کہ قوم کو آزادی نہیں ملے گی۔ چنانچہ وہ دل میں یہ ارادہ لے کر وطن چھوڑ کر چلے گئے، جب کچھ عرصہ وہاں رہے تو پیچے بیٹی بیمار ہو گئی لیکھوں کو کروایا گیا تو انہوں نے لا علاج مرض بتایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ بس یہ چند دن کی مہان ہیں۔ ماں نے کہا، بیٹی تیری کوئی تمنا نہ ہے، اس نے کہا امی اتنا جی چاہتا ہے کہ میں ابا حضور کی زیارت کر لیتی، ایک مرتبہ میں ابا کا چہرہ دیکھ لیتی، ماں نے کہا بیٹی خط لکھو، چنانچہ فاطمہ نے خط لکھا: ابا حضور! میں اب زندگی کے آخری لمحات گزار رہی ہوں، اتنا جی چاہتا ہے آپ آئیں میں آپ کا چہرہ دیکھ لوں تو انہوں نے اس خط کی دوسری طرف چند اشعار لکھ کر اپنی بیٹی کو واپس بھیج دیئے اشعار کیا لکھے؟

میں تو بجور سکی اللہ تو بجور نہیں
تجھ سے میں دور سکی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت تھیں منثور ہے، لیکن اس کو
نہیں منثور، تو پھر ہم کو بھی منثور نہیں
جو ان بیٹی کو یہ خط کے اشعار لکھنا پڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے، علماء نے
یہ قربانیاں دیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی جرأت ایمانی:

جب ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حکیم اجمل کی کوئی پرنوت ہوئے۔ حضرت اقدس مدینی رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ گئے ہوئے تھے، تو ان کو اطلاع ملی تو وہ اپنے شیخ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے وہاں سے آئے۔ جو فصل دینے والا بندہ تھا اس نے اہل خانہ سے یہ پہچوایا کہ حضرت کی پیٹھ پر یہ زخموں کے نشان کیسے تھے؟ اہل خانہ کو بھی پڑھنیکس تھا، چنانچہ اس نے حضرت مدینی رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا؟ تو حضرت مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہاں مجھے اس راز کا پتہ ہے، مگر حضرت نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ تم نے پیر از قاش نہیں کرنا، اب چونکہ وہ وفات پا پکے اب میں یہ بات آپ لوگوں کو بتا سکتا ہوں کہ جب ہم قید تھے تو اس وقت کفار نے حضرت کو یہ کہا کہ یا تو زبان سے کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ورنہ پھر ہم تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔ حضرت نے کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا، چنانچہ ان کو مکالیف پہنچائی جاتیں، آگ کے انگارے بچا کر ان کو زبردستی ان پر لٹایا جاتا، یہ اس کے نتھات ہیں۔ جب زخمی حالت میں حضرت آتے ہم شاگرد تھے، بہت دکھی ہوتے، حضرت یہ نہیں سکتے تھے، ساری رات بیٹھ کر گزار دیتے، پہنچ پر زخم تھے، ہم حضرت کی خدمت میں عرض کرتے، آخر حضرت اشریعت نے حیلے کا جواز لکھا ہے، امام احمدؓ نے ”کتاب الحبل“، لکھی، تو آخر جب جان کا معاملہ ہوتا کہ کیوں کوئی ایسا مسئلہ نکل آتا ہے، آپ بھی کوئی ذمہ نہیں لفظ کہہ دیں تاکہ یہ بد بخت آپ کی جان چھوڑ دیں۔ جب ہم حضرت سے منت کرتے تو حضرت کہتے میں ہر گز کوئی ایسا حیلہ نہیں کروں گا۔

ہم کہتے، حضرت! آپ کی تکلیف بھی تو نہیں دیکھی جاتی، جب بہت منت سماجت کی، تو حضرت نے ایک دن میری طرف دیکھ کر کہا: جسیں احمد اتم کیا سمجھتے ہوا میں روحانی بیٹا ہوں بلاں ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیث ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خباب ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں بی بی سیہ رضی اللہ عنہا کا، میں روحانی فرزند ہوں امام عظیم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جن کی لاش حبل سے نکالی گئی تھی، میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جن کا منہ سیاہ کر کے مدینہ میں پھرایا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو کوڑے لگائے گئے تھے، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کے آخری عمر میں دونوں ہاتھوں کے پینچوں سے جدا کر دیے گئے تھے۔ یاد رکھنا! حسین احمد یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں، لیکن میرے دل سے ایمان کو بھی نہیں نکال سکتے،

یہ ہمارے اکابر تھے جنہوں نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسکے باوجود انہوں نے پیچھے ٹھاٹ گوارہ نہ کیا، کفر کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا، اپنی زندگی میں داستان و فتاہ و اتفاقات کا اور اضافہ کر کے چلے گئے۔

حضرت مدینی

حضرت حسین مدینی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کراچی میں پیش کیا گیا، تو اس وقت اگر بزرگ نے ان سے کہا تھا، تم جانتے ہو کہ تم نے یہ کہا ہے، یہ کرو! اور وہ کرو! اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے پڑے ہے اس کی سزا کیا ہے، انہوں نے اپنے کندھے کے اوپر ایک سفید چادر دکھائی، فرمایا کہ یہ سزا ہے، لفٹن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کفن کیوں لائے ہو! جس کو پھانسی دی جاتی ہے کفن تو حکومت اس کو دیتی ہے، فرمایا اسی لئے تو لے کر آیا ہوں، حکومت کا کفن لے کر جاتے ہوئے شرم آتی ہے، میں اللہ کے یہاں کفن اپنالے کر جاؤں گا، اب بتائیے! اتنی استقامت علماء نے دکھائی اور جن کی وجہ سے آج الحمد للہ ان کو آزادی ملی۔

اور آج یہ جو مدارس ہیں، ساجد ہیں، اللہ کے دین کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے موقع موجود ہیں، یہ ہمارے اکابر کی ان قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔

علمائے روس کی قربانیاں:

بالکل اسی طرح کی قربانیاں رشیا کے علماء نے دیں، چنانچہ مجھے وہاں پر بتایا گیا کہ جب کیوں زم کا انقلاب آیا تو علماء کو ہر دوے پیانے پر ختم کرنے کے لئے ہم چلائی گئی، پہنڈے دیے گئے، بیکل کے جھنکے دیے گئے، حتیٰ کہ ٹرینوں پر بھا کر دو

ٹرینوں کو آپس میں گردادیا گیا، اجتماعی قبریں ان کی ہنادی گئیں۔

بعض جو بڑے علماء تھے ان کو چہاز میں بٹایا گیا بالآخر سائبیریا کے برف والے میدان میں ان کو اتار دیا گیا، اب ان کے پاس کچھ جگہ نہیں تھی، خندک کی وجہ سے کچھ لوگ مر گئے، کچھ ایسے تھے کہ جو وہاں سے بھاگے اور ہر وقت اپنے جسم کو وہ حرکت میں رکھتے تھے تاکہ خندک کی وجہ سے کہیں ان کی جان ہی نہ چلی جائے اور کئی مرتبہ بجوک لگتی برف توڑ کر فیض ہاتھ ڈالتے کوئی پھولی ہاتھ آتی تو کچھ پھولی کھا کر گزر ادا کرتے تھے اور اتنی مشقتوں کے بعد دو یا تین علماء ایسے تھے جو نج کرنکل آئے اور انہوں نے آکر یہ سارے حالات سنائے، اس طرح رشیا کے علماء نے بھی قربانیاں دیں اور بالآخر علماء زندہ موجود رہے اور ان کی جماعت آج بھی وہاں پر موجود ہے۔ ہمارے مکلوں میں بھی علماء نے قربانیاں دیں، علماء کی جماعت آج بھی موجود ہے، اور اس جماعت نے کیا اچھا کام کیا، ایک عالم ہنا، پھر اس نے آگے سینکڑوں کو عالم ہایا، سینکڑوں تک دین پہنچایا، سینکڑوں کے سینوں میں اس علم کو منتقل کیا، لہذا اب ان کو دنیا سے مٹانا کسی کے بس کی بات نہیں۔

اگر کوئی آکر پوچھے کہ آخر تمہارے اکابر نے کیا کیا؟ آج ہم ان کو بتا سکتے ہیں، اسلاف کے ساتھ جو ہماری علمی نسبت ہے، وہ قلمیں ہستیاں تھیں۔ اگر تم نے دیکھا ہے تو ذرا مالٹا کی درود یا وار سے جا کر پوچھو! کہ شیخ الہند کون تھا؟ کہ پیچی کی جیلوں میں جا کر پوچھو! حضرت مدینی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جزیرہ انڈمان کی نفاؤں سے جا کر پوچھو! کہ جعفر تھا نیسری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ میاں ولی اور سکھر کی جیلوں سے جا کر پوچھو! عطاہ اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جی ٹی روڈ کے دونوں طرف کے درختوں سے جا کر پوچھ سکتے ہو کہ علمائے دیوبند کون تھے؟ یہ لوگ تھے جو اعتمادت کے ساتھ دین پر بھرے ہے، انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر اپنے ایمان کو نہ گنوایا۔ یہ واقعی وہ لوگ تھے جنہوں نے

دین کو اپنے سینوں سے لگائے رکھا قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا
 (وَالَّذِينَ يُمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ)

جو لوگ حسک بالکتاب کر لیتے ہیں سینوں سے اس کو لگایتے ہیں وہ پھر جانش
 تو دے دیتے ہیں وہ پھر اپنے دین کو نہیں دھپا کرتے دین کو نہیں چھوڑا کرتے۔

مولوی کس چیز کا نام ہے:

آج لوگ صرف مولوی کا نام تو جانتے ہیں ان کو کون بتائے کہ

.....مولوی نام ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہت کا

.....مولوی نام ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کا

.....امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا

.....ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کا

.....مجد الدالہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی قلب کا

.....شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علیت کا

.....شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا

.....شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا

.....حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا

.....حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت کا

.....اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وجاہت کا

یہ وہ لوگ تھے جن کی قربانیوں کی وجہ سے دین کی نعمت ہم کو ملی ہے، تو میں اتنی

بات عرض کرنا چاہتا ہوں ایک طالب علم ہونے کے ناطے کہ داستان الال وقا ہے۔

نبی علیہ السلام نے بھی قربانیاں دیں، صدیق اکبر علیہ السلام نے قربانیاں دیں، بلال

علیہ السلام اور خبیث علیہ السلام نے قربانیاں دیں، وہ قربانیاں دے کر رخصت ہو گئے، پھر اس

کے بعد آنے والے دوسرے لوگوں نے قربانیاں دیں، یہ قافلہ ہے۔ جیسے ایک اونٹ گزرنا، دوسرا گزرنا، چلتے چلتے چلتے جاتے ہیں، ایک جماعت گزرنی، دوسرا جماعت گزرنی، یہ وہی قافلہ اہلی وفا ہے، یہ وہی داستان فارق کرنے والے لوگ ہیں جن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن رکھا ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان رکھا ہے، ہمارے سر پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس لبست کو پہنانے کے لئے ہم اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، ہم دین کے ساتھ ہی رہیں گے، ہم اپنے سینوں سے لگا کر رجھیں گے یہاں تک کہ ہماری جان جان آفریں کے حوالہ ہو جائے۔ جب اس جذبہ کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو ان شاء اللہ اگرچہ سہولت کی زندگی گزاریں گے پھر بھی حشرانی کے ساتھ ہو گا جن کے ساتھ علمی فکری مناسبت ہو گی، ہم جانتے ہیں کہ ہم بہت کمزور ہیں، ہم کسی قربانی و دینے کے قابل تو نہیں ہیں، مگر ایک علمی یادداشت ہے، رب کریم ہمیں بھی انہی کی طرح استقامت عطا فرمادیجھے اور قیامت میں ہمیں بھی نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ عطا فرمادیجھے۔

تو چار مجھرے نبی علیہ السلام کے قیامت تک باقی رہیں گے

(۱).....قرآن مجید

(۲).....نبی علیہ السلام کا فرمان مجید

(۳).....علماء کرام مجید (جو ان کو اپنے سینوں میں حفظ کرنے والے ہیں وہ بھی باقی رہیں گے)

(۴).....مدارس اسلام پر مجید (جو علماء کو تیار کرنے والے ہیں)۔

ایک لمحے کے لئے نہ سوچنا کہ یہ مدارس ختم کر دیے جائیں گے، بھی بھی ایسا ممکن نہیں، یہ ایسی بات ہے کہ اس پر اگر ہم قسم کھالیں تو شاید حادث نہیں بنیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی فرمایا،

﴿إِنَّا نَعْنُ فَزَلَّا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَا فِطْرُنَا﴾

آج کے اس دور میں جبکہ معصیت کی قلمت عام ہوتی جا رہی ہے الحمد للہ مساجد اور مدارس اہل علم کے دم قدم سے آباد ہیں کل قیامت کے دن کہہ سکیں گے،

اللہ!

— تیرے کبھی کو جینوں سے بسایا ہم نے

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

یہ کوئی چھوٹی سی ذمہ داری نہیں بہت بڑی ہے جو الحمد للہ ہم چیزے بے عمل لوگوں سے اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آج معصیت کی قلمت اتنی زیادہ بڑھ چکی کہ آج ہمیں اور زیادہ ہمت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

معصیت کی قلمت بڑھ گئی اب اس اندر ہرے کو دور کرنے کے لئے چراغوں کی لوکو بڑھانا پڑے گا۔

چراغ جلاو بڑا اندھرا ہے

بلکہ کسی نے تو پوں بیان کیا

چراغوں کی لوکو بڑھانا پڑے گا

ہواوں کی رفتار بڑھنے لگی ہے

اگر ہواوں کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ہم بھی چراغوں کی لوکو بڑھائیں گے روشنی رہے گی، ہم اسی علم کی روشنی پر زندگی گزاریں گے اور قیامت کے دن اسی نسبت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کی مختتوں کو قبول فرمائی دنیا کے اندر ہدایت کی ہواوں کو عام فرمادے۔ (آئین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين